رباعیاتِ حکیم عمر خیام نیشاپوری

مع

حالاتِ حکیم مرحوم

مرتبہ

صاحب صدق و سچائی شیخ الہ بخش گتائی سابق متعلم اسلامیہ کالج لاہور

حسب فرمائش

شیخ جان محمد الہ بخش تاجران کتب لاہور
بنگلہ ایوب شاہ
اندرون شیرانوالہ دروازہ

سنہ ۱۳۴۲ ہجری المقدس

در مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور باہتمام بابو عبداللہ رشید طبع شد

بار اول تعداد جلد ۱۰۰۰ .... قیمت ۸/

اطلاع :- خریداران کو چاہیے کہ اس کتاب کو خریدتے وقت ہمارا نام دیکھ لیا کریں۔ کیونکہ موجودہ دیگر طبع شدہ رباعیات عمر خیام میں سے صحیح تریں اور درستی یہی ہے۔ نیاز مندان :- شیخ جان محمد الہ بخش تاجران کتب لاہور۔

قابلِ دید اور لائقِ مطالعہ کتابیں

ارجح المطالب فی عد مناقب اسد اللہ الغالب امام المشارق و المغارب یعنے سوانحعمری حضرت علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ مولفہ مولانا مولوی عبید اللہ صاحب بسمل امرتسری سابق رجسٹرار کتب خانہ سرکار رامپور جو نایاب تھی اور جس کا ایک ایک نسخہ دس دس روپیہ کو نہ ملتا تھا اب تیسری مرتبہ شائع ہو گئی ہے۔ قیمت للعہ مجلد للعہ

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کا دیوان بدیع البیان مترجم اردو بین السطور مطالعہ کیجئے اور فوائد دارین حاصل فرمائیے۔ قیمت فی جلد .... ۱۲/ عہ

رہبر کامل یعنی جناب امیر علیہ السلام کی اپنی تحریر فرمودہ کتاب موسوم بہ غرر الحکم و درر الکلم مرتبہ علامہ عبد الواحد ابن عبد الاحد تمیمی کا نہایت سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ جس میں جناب امیر علیہ السلام کے ہزارہا پر اثر نصائح کلمات پر اسرار۔ اقوال۔ معارف۔ حقایق۔ لطائف۔ نکات۔ آداب اخلاق وغیرہ کا گراں بہا خزانہ جو دنیا و عاقبت میں انسان۔ عافیت و فلاح و مغفرت کے لئے اشد ضروری و لازمی ہیں درج ہیں۔ قیمت ...... ۱۲/ عہ

مراۃ العارفین مترجم اردو مصنفہ حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام۔ یہ کتاب مستطاب منازل سلوک میں اعلےٰ پایہ رکھتی ہے۔ اور جس کو امام علیہ السلام نے امام زین العابدین علیہ السلام کی درخواست پر تحریر فرمایا تھا۔ قیمت فی جلد ۴/

فتوحات مکیہ از حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے کامل تین باب کا اردو ترجمہ۔ حضرت شیخ نے اسلامی شریعت کے اسرار معقولی رنگ میں علم تصوف کے رموز ایسے لطیف پیرایہ میں بیان فرمائے ہیں۔ کہ ہر ایک مسئلہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ قیمت ۱۲/

مقدمہ تاریخ ابن خلدون کا اردو ترجمہ تین جلدوں میں۔ کل اہم اسلامی علوم اور فنون اور واقعات معہ واقعہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ قیمت .... للعہ

خلافت اور اسلام جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ جمہوریت اسلام و آئین انتخاب خلیفہ مذہب و سیاسیات کا مشترک و مطمح نظر ہے۔ قیمت فی جلد ۳/

ثمرہ حیات میلاد سرور کائنات کا بیان اس کتاب میں نہایت عمدگی سے کیا گیا ہے۔ عبارت معقول شگفتہ۔ سچے اشعار گہر بار سے بھری ہوئی اور روایت مقبول اسکی غزلیات آبدار سے لدی ہوئی گویا یہ عالی کتاب نبوت محمدی کا ایک نایاب خزینہ ہے۔ قیمت ۶/

رباعیات حکیم عمر خیام نیشاپوری معہ صحیح ترین حالات حکیم مرحوم۔ قیمت ۶/

گلدستہ حضرت محسن کاکوروی یعنی مداح رسول زمن ثانی اویس قرنی صوفی پاک باطن مولانا سید محمد محسن کاکوروی صاحب کا نعتیہ کلام۔ جنہوں نے اپنا سارا فضل و کمال مدح رسول میں صرف کر دیا۔ اور اپنی کل زندگی نعت نبی کے لئے وقف کر دی اور اس صنف سخن میں سب سے گوئے سبقت لیگئے۔ سخن شناسوں نے انکی سعی و ہمت پر تحسین و آفرین کے پھول برسائے۔ اور نکتہ سنجوں نے مقبولیت عام کے گلدستے نذر کئے بلکہ ناقدر دانوں کو بھی مجبوراً بلندی مضامین شوکت الفاظ۔ خوبی بندش اور زور طبیعت کی داد دینی پڑی۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے اور حظ وافر اٹھائیے۔ قیمت صرف ۶/

المشتہران شیخ جان محمد الہ بخش تاجران کتب لاہور۔ بنگلہ ایوب شاہ

حالاتِ حکیم عمر خیام نیشاپوری

اس نامور اور فاضل حکیم کا نام عمر۔ لقب غیاث الدین۔ کنیت ابوالفتح تخلص خیام اور وطن نیشاپور ہی۔ غیاث الدین وہ معزز خطاب ہے جو قوم کی طرف سے خیام کو دیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک وقت میں امام مانا گیا ہے۔ البتہ کنیت حقیقی نہیں ہے بلکہ وصفی ہے۔ کیونکہ خیام نے تمام عمر نہ تو شادی کی اور نہ کوئی اولاد چھوڑی۔ اور اگرچہ خیام جو حکیم کا تخلص ہے۔ کے لغوی معنے خیمہ دوز کے ہیں۔ جس سے ظن غالب ہوتا ہے کہ شاید اسکا پیشہ بھی خیمہ دوزی ہوگا۔ مگر محققین کی رائے یہ ہے۔ کہ تمام عمر میں ایکدن بھی خیام نے خیمہ دوزی نہیں کی۔

تذکرہ نویس اسپر متفق ہیں۔ کہ خیام کے باپ کا نام ابراہیم تھا لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ خیام کے باپ کا نام عثمان تھا۔ جیسا کہ خاقانی کی کتاب مثنوی تحفۃ العراقین میں ہے ؎

بگریختہ ام ز دیو خذلال　　　در سایۂ عمر ابن عثمان

ہم صدر رم و ہم امام و ہم عجم　　　صدر اجل و امام اکرم

خیام کے نسب کے متعلق اس سے زیادہ صحیح اور معتبر روایت اور کوئی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ خاقانی عمر خیام کا حقیقی بھتیجا ہے۔ اور اسکی تعلیم و تربیت خیام ہی نے کی ہے۔ اسلئے اسکے مقابلہ میں باہر والوں کی روایت قابل سند نہیں ہے[۱]۔ عمر خیام کا باپ عثمان بیشک جامہ باف تھا۔ چنانچہ خاقانی نے جہاں اپنے بزرگوں کے حالات لکھے ہیں اس میں اپنے دادا عثمان کو نساج (جامہ باف) لکھا ہے۔ چنانچہ لکھا ہی ؎

جولاہہ نژادم از سوئے جد　　　در صنعت من کمال ابجد

شاگرد ازل بہ کلبۂ من　　　ماشورہ کن است و ریسمان تن عد

اور غالباً کسی وجہ سے جو آج ہمکو معلوم نہیں جامہ بافی کو چھوڑکر خیمہ دوزی شروع کی ہوگی جسکی وجہ سے

---

[۱] معلوم ہوتا ہی کہ خاقانی کی کتاب مثنوی تحفۃ العراقین علامہ شبلی نعمانی مرحوم کی نظر سے نہیں گذری۔ جو انہوں نے بھی اپنی کتاب شعرائے العجم حصہ اول میں عمر خیام کے باپ کا نام ابراہیم لکھ دیا ہے۔ جو غلط ہے۔ ۱۲

[۲] بحوالہ تحفۃ العراقین خاقانی۔

[۳] سوانحمری نظام الملک طوسی تذکرہ عمر خیام

قابل دید اور لائق مطالعہ کتابیں

ارجح المطالب فی عد مناقب اسد اللہ الغالب امام المشارق و المغارب یعنی سوانحعمری حضرت علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ مولفہ مولانا مولوی عبید اللہ صاحب بسمل امرتسری سابق رجسٹرار کتب خانہ سرکار رامپور جو نایاب تھی اور جس کا ایک ایک نسخہ دس دس روپیہ کو نہ ملتا تھا اب تیسری مرتبہ شائع ہو گئی ہے۔ قیمت للعہ مجلد للعہ

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کا دیوان بدیع البیان مترجم اردو بین السطور مطالعہ کیجئے اور فوائد دارین حاصل فرمائیے۔ قیمت فی جلد ...... عہ ۱۲/

رہبر کامل { یعنی جناب امیر علیہ السلام کی اپنی تحریر فرمودہ کتاب موسوم بہ **غرر الحکم و درر الکلم** مرتبہ علامہ عبد الواحد ابن عبد الاحد تمیمی کا نہایت سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ جس میں جناب امیر علیہ السلام کے ہزارہا پر اثر نصائح کلمات پر اسرار۔ اقوال۔ معارف۔ حقایق۔ لطائف۔ نکات۔ آداب اخلاق وغیرہ کا گراں بہا خزانہ جو دنیا و عاقبت میں الشان عافیت و فلاح و مغفرت کے لئے اشد ضروری و لازمی ہیں درج ہیں۔ قیمت ...... عہ ۱۲/

مراۃ العارفین مترجم اردو { مصنفہ حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام۔ یہ کتاب مستطاب منازل سلوک میں اعلیٰ پایہ رکھتی ہے۔ اور جس کو امام علیہ السلام نے امام زین العابدین علیہ السلام کی درخواست پر تحریر فرمایا تھا۔ قیمت فی جلد ۴/

فتوحات مکیہ { از حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے کامل تین باب کا اردو ترجمہ۔ حضرت شیخ نے اسلامی شریعت کے اسرار معقولی رنگ میں علم تصوف کے رموز ایسے لطیف پیرایہ میں بیان فرمائے ہیں۔ کہ ہر ایک مسئلہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ قیمت ...... سیقہ

مقدمہ تاریخ ابن خلدون { کا اردو ترجمہ تین جلدوں میں۔ کل اہم اسلامی علوم اور فنون اور واقعات معہ واقعہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ قیمت ...... للعہ

خلافت اور اسلام جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ جمہوریت اسلام و آئین انتخاب خلیفہ مذہب و سیاسیات کا مشترک و مطمع نظر ہے۔ قیمت فی جلد ۳/

ثمرۂ حیات { میلاد سرور کائنات کا بیان اس کتاب میں نہایت عمدگی سے کیا گیا ہے۔ عبارت معقول مقفیٰ۔ سچ اشعار گہربار سے بھری ہوئی اور روایت مقبول اسکی غزلیات آبدار سے لدی ہوئی گویا یہ عالی کتاب بلوت محمدی کا ایک نایاب خزینہ ہے۔ قیمت ۶/

رباعیات حکیم عمر خیام نیشاپوری معہ صحیح ترین حالات حکیم مرحوم۔ قیمت ۶/

گلدستہ حضرت محسن کاکوروی { یعنی مداح رسول زمن ثانی اویس قرنی سو۔ صوفی پاک باطن مولانا سید محمد محسن کاکوروی صاحب کا نعتیہ کلام۔ جنہوں نے اپنا سارا فضل و کمال مدح رسول میں صرف کر دیا۔ اور اپنی کل زندگی نعت نبی کے لئے وقف کردی اور اس صنف سخن میں سب سے گوئے سبقت لیگئے۔ سخن شناسوں نے انکی سعی و ہمت پر تحسین و آفرین کے پھول برسائے۔ اور نکتہ سنجوں نے مقبولیت عام کے گلدستے نذر کئے بلکہ ناقدر دانوں کو بھی مجبوراً بلندی مضامین شوکت الفاظ۔ خوبی بندش ۔۔ و طبیعت کی داد دینی پڑی۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے اور حظ وافر اٹھائیے۔ قیمت صرف ۶/

المشتہران شیخ جان محمد الہ بخش تاجران کتب لاہور۔ بنگلہ ایوب شاہ

حالاتِ حکیم عمرِ خیام نیشاپوری

اس نامور اور فاضل حکیم کا نام عمر۔ لقب غیاث الدین۔ کنیت ابو الفتح۔ تخلص خیام اور وطن نیشاپور ہی۔ غیاث الدین وہ معزز خطاب ہے جو قوم کی طرف سے خیام کو دیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک وقت میں امام مانا گیا ہے۔ البتہ کنیت حقیقی نہیں ہے بلکہ وصفی ہے۔ کیونکہ خیام نے تمام عمر نہ تو شادی کی اور نہ کوئی اولاد چھوڑی۔ اور اگرچہ خیام جو حکیم کا تخلص ہے۔ کے لغوی معنے خیمہ دوز کے ہیں۔ جس سے ظن غالب ہوتا ہے کہ شاید اسکا پیشہ بھی خیمہ دوزی ہوگا۔ مگر محققین کی رائے یہ ہے۔ کہ تمام عمر میں ایکدن بھی خیام نے خیمہ دوزی نہیں کی۔

تذکرہ نویس اسپر متفق ہیں۔ کہ خیام کے باپ کا نام ابراہیم تھا لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ خیام کے باپ کا نام عثمان تھا جیسا کہ خاقانی کی کتاب مثنوی تحفۃ العراقین میں ہے؂

بگریختہ ام ز دیو خذلان … در سایۂ عمر ابن عثمان
ہم صدرم و ہم امام و ہم عمّم … صدر اجل و امام اکرم

خیام کے نسب کے متعلق اس سے زیادہ صحیح اور معتبر روایت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خاقانی عمر خیام کا حقیقی بھتیجا ہے۔ اور اسکی تعلیم و تربیت خیام ہی نے کی ہے۔ اسلئے اُسکے مقابلہ میں باہر والوں کی روایت قابل سند نہیں ہے[۱]۔ عمر خیام کا باپ عثمان بیشک جامہ باف تھا۔ چنانچہ خاقانی نے جہاں اپنے بزرگوں کے حالات لکھے ہیں اس میں اپنے دادا عثمان کو نساج (جامہ باف) لکھا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے؂

جولاہہ نژادم از سوئے جد … در صنعت من کمال ابجد
شاگرد ازل بہ کلبۂ من … ما شورہ کن است و ریسمان تن[۲]

اور غالباً کسی وجہ سے جو آج ہمکو معلوم نہیں جامہ بافی کو چھوڑکر خیمہ دوزی شروع کی ہو گی جسکی وجہ سے

---

[۱] معلوم ہوتا ہے کہ خاقانی کی کتاب مثنوی تحفۃ العراقین علامہ شبلی نعمانی مرحوم کی نظر سے نہیں گذری۔ جو انہوں نے بھی اپنی کتاب شعرائے العجم حصہ اول میں عمر خیام کے باپ کا نام ابراہیم لکھ دیا ہے۔ جو غلط ہے۔ ۱۲

[۲] بحوالہ تحفۃ العراقین خاقانی۔ سوانحعمری نظام الملک طوسی تذکرہ عمر خیام

وہ قوم میں خیامی مشہور ہوا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ خیام نے باپ کی اس شہرت عام یا کسرِ نفسی کے باعث اپنا تخلص خیام پسند کیا۔

عمرخیام کس سنہ میں پیدا ہوا۔ اسکا صحیح جواب نہیں دیا جاسکتا۔ مگر مولانا عبدالرزاق صاحب کانپوری مصنف سوانحعمری نظام الملک طوسی نے جو اپنی طرف سے تحقیقات کی ہے اُسکے بموجب خیام کا سن ولادت ۴۱۰ھ ہجری ہی اور لکھا ہے کہ یہی رای محققین یورپ کی ہے۔

خیام کے بچپن کے حالات کسی تاریخ اور تذکرہ میں نہیں ہیں مگر یہ بالاتفاق ثابت ہی کہ عمرخیام نے کچھ مُدت امام ہمام امام موفق کی درسگاہ میں رہکر فقہ۔ حدیث اور اُصول کی تعلیم حاصل کی ہی۔ دیگر علوم وفنون کی تحصیل کے متعلق تحقیق نہیں ہوسکا۔ کہ خیام کو اُن علوم میں کس کی شاگردی کا فخر حاصل ہوا۔ مگر اسمیں شک نہیں کہ وہ اپنے زمانے کا نہایت نامور حکیم۔ مہندس نجومی اور فلسفی شاعر ہے۔ جس پر خاک ایران کو ہمیشہ فخر رہیگا۔ امام ہمام موفق کی شاگردی کے زمانے میں دو اور شخص اسکے ہم سبق تھے۔ تینوں میں دلی محبت والفت اسقدر بڑھی کہ سب نے عہد کیا۔ کہ ہم میں سے جب کوئی شخص بڑے منصب پر پہونچیگا۔ تو اپنے ساتھیوں کو بھی اپنا ہمسر بنائیگا۔ اسوقت دنیا کو کیا معلوم تھا۔ کہ یہ مکتب کے ہم سبق طالب علم جو اسوقت ایک خیالی منصوبہ باندھتے ہیں۔ آگے چلکر دنیا کی تاریخ بدل دینگے۔ ان میں سے ایک کا نام خواجہ حسن بن علی تھا اور دوسرے کا نام حسن بن صباح تھا۔ خدا کی قدرت ہے۔ کہ ان میں سے خواجہ حسن بن علی نے رفتہ رفتہ اسقدر ترقی کی۔ کہ الپ ارسلان شاہ سلجوقی کا وزیر ہوگیا۔ اور ۴۶۵ھ ہجری میں جب الپ ارسلان نے وفات پائی۔ اور اُسکا بیٹا ملک شاہ سلجوقی سریرآرائے سلطنت ہوا۔ تو وہ کل سیاہ وسفید کا مالک ہوگیا اور نظام الملک طوسی کے معزز خطاب سے مشرف ہوا۔

ایک مُدت کے بعد عمرخیام اپنے پُرانے ہم جماعت یعنی نظام الملک طوسی کے پاس اصفہان اپنی قسمت آزمائی کے لئے حاضر ہُوا۔ اسنے بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا۔ اور خود پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ خیام جو کچھ چاہتا اُسکو مل سکتا تھا۔ مگر ملک قناعت کا یہ شہنشاہ کسی سیاسی خدمت۔ درباری منصب یا خطاب کا طالب

نہ ہوا۔ بلکہ التجا کی تو یہ کی کہ مجھے اپنی دولت اور نعمت کے سایہ تلے ایک چھوٹا سا جھونپڑا عنایت کریں جس میں رہکر ملک میں علم کی روشنی پھیلاؤں۔ نظام الملک کا اپنا بیان ہے کہ جب میں نے اُسے اپنے ارادے میں مضبوط پایا۔ تو پھر ملکی عہدے کے لئے مجبور نہ کیا۔ اور اُسکے وطن نیشاپور ہی میں بارہ سو روپے کی سالانہ جاگیر مقرر کردی۔ چنانچہ جب عمر خیام نظام الملک طوسی کی فیاضی سے معاش کی فکر سے پورا مطمئن ہوگیا تو وہ علمی تحقیقات میں مصروف ہوا۔ اور چند سال کی محنت کے بعد اُسنے جبر و مقابلہ بزبان عربی ایک مبسوط کتاب لکھی جس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ لیڈن میں اسوقت موجود ہے۔ اور سنا ہے کہ اب فرانس میں شائع ہو چکا ہے۔ اسکے بعد دوسری کتاب علم الساعة و المکعبات میں اور تیسری کتاب اُقلیدس کے اہم مسائل کی شرح میں لکھی ان کتابوں کی وجہ سے جب عمر خیام کا شہرہ ہوا۔ تو نظام الملک نے خیام کے فضل و کمال کا تذکرہ ملک شاہ سلجوقی والئے ملک سے کیا۔ تو چونکہ ملک شاہ کو اصلاح تقویم کا ایک عرصہ سے خیال تھا۔ اسلئے عمر خیام کی ماتحتی میں اُسنے وسیع پیمانہ پر اصلاح تقویم کا دفتر قائم کیا۔ اور یہ دفتر کیوں قائم کیا۔ اور ملک شاہ کو اصلاح تقویم کا کیوں خیال تھا اسکی مختصر کیفیت اسطرح ہے۔ کہ جب سنہ ٦٥ھ ہجری میں ملک شاہ سلجوقی تخت آرائے سلطنت ہوا۔ اسوقت تمام دفاتر میں سنہ فارسی تھا۔ اسکو ملک شاہ نے بھی بدستور قائم رکھا۔ مگر چونکہ وہ اپنی اصلی حالت پر باقی نہ تھا۔ اسلئے ملک شاہ کو اسکی ترمیم اور اصلاح کا خیال تھا۔ اور حسب دستور چونکہ آمدنی سنہ شمسی کے حساب سے وصول کی جاتی تھی اور خرچ کا حساب شہور قمری سے تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ایک دن سنہ ٦٧ھ ہجری میں خزانہ میں خرچ کے واسطے ایک پیسہ بھی باقی نہ رہا۔ تب بادشاہ کو تشویش ہوئی۔ اور اُسیوقت اُسنے ارادہ کیا۔ کہ آمدنی و خرچ کے لئے ایک منتظم مال قرار دیا جائے۔ کیونکہ اگر موجودہ اُصول پر عملدرآمد کیا گیا۔ تو ہر تیسویں سال حساب میں فرق پڑجائیگا۔ چنانچہ ملک شاہ والئے ملک کے منشاء کے مطابق عمر خیام نے نہایت خوبی سے اس مسئلہ کو حل کیا جس کی کچھ کیفیت حسب ذیل ہے۔ عمر خیام نے اصلاح تقویم کے واسطے ایک مستند مجلس منعقد کی۔ اور سات نامور حکماء اور منجموں کو اپنا مشیر کار بنایا۔ اور

کامل تین سال کی تحقیقات کے بعد نتیجہ نکالا کہ آفتاب اپنا سالانہ دورہ تین سو پینسٹھ
دن ۵ ساعت اور ۴۹ دقیقہ میں طے کرتا ہے۔ اسلئے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ ہر چوتھے سال
ایکدن بڑھا دیا جائے۔ اور سات دوروں کے ختم ہونے پر آٹھویں دور پر بجائے چار کے
پانچویں سال ایکدن زیادہ کیا جائے۔ اس حساب سے شمسی و قمری سال کا فرق پوری تینتیس دن
میں نکل جاتا ہے۔ جب یہ مسئلہ حل ہو گیا۔ تو خیام نے اس سنہ کا نام والئے ملک کے نام پر
سنہ جلال ملکشاہی رکھا۔ اور جو زیچ بذات خود تیار کی اُسکا نام زیچ ملک شاہی قرار دیا۔
پارسیوں میں جو سنہ آج جاری ہے اور جسکو وہ **یزدجردی** سنہ کہتے ہیں۔ یہ سنہ در اصل
خیام کا صحیح کیا ہوا ہے۔ اور جسکو ہم فخریہ خیامی سنہ کہہ سکتے ہیں اور یہی سنہ الٰہی اکبر شاہی
ہے۔ جو گورنمنٹ نظام میں جاری ہے۔ سُنا ہے کہ خیام کی یہ زیچ اب یورپ میں چھپ چکی
ہے۔ خیام کے فضل و کمال اور تبحر علم ریاضی ہیئت کا اسوقت صحیح اندازہ ہو سکتا ہے جب
سنہ جلال ملکشاہی کا مقابلہ موجودہ یورپین گری گورین رول سے کیا جائے۔ کیونکہ
انگریزی سال میں جو کسر چار صدیوں میں جا کر نکلتی ہے۔ وہ خیام نے تینتیس برس میں نکال
لی۔ اور برائے نام ہر روز ایک منٹ میں سے کچھ کم فرق جو رہ گیا تھا۔ اگر خیام آئندہ دور کے
تک زندہ رہتا۔ تو ایک منٹ کی بھی کسر باقی نہ رہتی۔

(۵) میزان الحکم ہے۔ یہ رسالہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے پہلی تصنیف ہے۔ اس میں خیام نے
وہ اصول لکھے ہیں جنکی مدد سے مرصع اور جڑاؤ زیورات کا وزن دریافت کیا جاتا ہے
اور بغیر زیور توڑنے اور جواہرات الگ کرنے کے وزن معلوم ہو جاتے ہیں۔

(۶) لوازم الامکنہ ہے۔ اس رسالہ میں فصول اربعہ اور ہواؤں کے اختلاف کے
اسباب لکھے ہیں۔

(۷) وجود کی حقیقت پر ایک مختصر رسالہ۔

(۸) کون اور مسئلہ تکلیف پر ایک رسالہ۔ جو مصر میں اب چھپ چکا ہے۔

(۹) رباعیات۔ عجیب بات ہے۔ کہ خیام اگرچہ فلسفہ میں نجوم میں۔ فقہ میں۔ ادب
میں تاریخ میں کمال رکھتا تھا۔ اور فلسفہ یونان میں ماہر ہونے کے علاوہ عربی میں بہت
برجستہ شعر کہتا تھا۔ مگر جو تصنیف آجتک اسکی شہرت کے بال پر اڑا رہی ہے وہ فارسی

رباعیاں ہیں۔ جنکی قدردانی ایشیا سے زیادہ یورپ نے کی ہے۔ اور یورپ کو کرنی چاہئے تھی۔ کیونکہ خیام کے خیالات یورپ سے اسقدر ملتے جلتے ہیں کہ آج اگر موجود ہوتا۔ تو شائد بقول مولانا شبلی مرحوم یوروپین بن جاتا۔ رباعیات کی صحیح تعداد کسی کو معلوم نہیں۔ مگر تحقیقات سے اب اسکی رباعیوں کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز کر چکی ہے۔ اور لنڈن میں خیام کے فدائیوں نے بطور دوامی یادگار عمر خیام کلب قائم کی ہے۔ جس کی سالانہ روئداد ہر سال چھپتی اور شائع ہوتی ہے۔ خیام کی رباعیات ہمکو کیا سکھاتی ہیں اور وہ کن خیالات کی مجموعہ ہیں اسپر تفصیل سے بحث کرنا اُس شخص کا کام ہے۔ جو خیام کی مستقل سوانحعمری لکھے۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ خیام ہمکو فلسفہ زندگی کے مختلف مباحث سے آگاہ کرتا ہے۔ اور مختلف اسرار سے انسانی زندگی پر روشنی ڈالتا ہے۔ رباعیات کے ہر مصرعہ میں حکمت و فلسفہ بھرا ہوا ہے۔ نظام عالم۔ اسرار کائنات اور وجود ہستی کے نکات جس دل رُبا طریقہ سے خیام ادا کرتا ہے۔ وہ اُسی کا حصہ ہے۔ حکیم عمر خیام پر جو ایک بھاری الزام ہے۔ اور جو کسی کے اُٹھائے اُٹھ نہیں سکتا۔ بلکہ وہ خود بھی اقبالی ہے وہ اُسکی بادہ نوشی ہے۔ جس کا وہ اپنے زمانہ عمر تصنیفات رباعیات میں از حد مشتاق نظر آتا ہے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ خیام کی صراحی اُسکے ہاتھ سے گر پڑی اور ٹوٹ گئی۔ اسپر اُسنے یہ رُباعی کہی ؎

ابریق مئے مرا شکستی ربّی　　بر من در عیش را بہ بستی ربّی
بر خاک بریختی مئے لعل مرا　　خاکم بدہن کہ سخت مستی ربّی

کہتے ہیں کہ اس گستاخی پر خداوند تعالیٰ کی طرف سے فوراً اُسکو سزا ملی کہ اُسکی گردن کج ہو گئی۔ اور مُنہ سیاہ ہو گیا۔ جب آئینہ دیکھا۔ تو ہیئت کذائی کو دیکھ کر خوب رویا اور خدا سے یوں مناجات کی ؎

ناکردہ گناہ در جہاں کیست بگو　　وانکس کہ گناہ نہ کرد چون زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دہی　　پس فرق میان من و تو چیست بگو

تب خدا نے رحم فرمایا اور مُنہ اُجالا ہو گیا اور گردن سیدھی ہو گئی۔

عام لوگوں کا قاعدہ ہے کہ گناہ کرتے ہیں اور اسپر نادم نہیں ہوتے۔ اور تا زیست توبہ

۱ تذکرہ شعرائے انجم حصہ اول حالات حکیم عمر خیام

نہیں کرتے بلکہ مصر رہتے ہیں اسکو اپنی گناہوں کا اقرار ہے۔ اور کس عجیب و غریب انداز سے معافی چاہتا ہے۔ ؎

بر سینہ غم پذیر من رحمت کن — بر جان و دل اسیر من حرمت کن
بر پائے خرابات رو من بخشائی — بر دستِ پیالہ گیر من حرمت کن

دیگر ؎

یارب اگر گناہِ بے حد کردم — بر جان و جوانی و تن خود کردم
چوں بر کرمت وثوق کلی دارم — برگشتم و توبہ کردم و بد کردم

عمر خیام کے عام خیالات اور جذبات کی تفصیل کے لئے اس مجموعہ رباعیات کی سیر کرو۔ اس مجموعہ میں ہزاروں خیالات ہیں۔ جس کے مطالعہ سے مفید نتائج حاصل ہوسکتے ہیں۔ خیام اگرچہ اعلےٰ درجہ کا آزاد منش فلسفی شاعر ہے۔ مگر رباعیات کے سوا اور کسی قسم کا کلام تذکروں میں درج نہیں ہے۔ صرف ایک قطعہ اور کچھ عربی اشعار ملے ہیں جن میں سے ایک قطعہ فارسی جس کے گیارہ اشعار ہیں۔ رباعیات کے اختتام پر شامل کر دیا گیا ہے۔ اس عالم ناداری میں یہ ایک گرانقدر تحفہ ہے۔ ناظرین اپنے موقعہ پر ملاحظہ فرمائیں۔ آخر اس حکمت و فلسفہ کے پُتلے کی موت کا وقت آپہونچا جس کی گھڑیاں وہ اس بُڑھاپے میں گن رہا تھا۔ جیساکہ وہ ایک رباعی میں اپنی صد سالہ زندگی دکھا کر خدائے غفور رحیم سے مغفرت چاہتا ہے ؎

آنم کہ پدید گشتم از قدرتِ تو — صد سالہ شدم بناز و نعمتِ تو
صد سال بہ امتحاں گنہ خواہم کرد — تا جرم من است بیش یا رحمتِ تو

چنانچہ زندگی کی قریبًا ایک سو سات منزلیں طے کرنے کے بعد ۵۱۷ھ ہجری میں وفات پائی۔ اور نیشاپور کے گورستان حیرہ میں دفن ہوا۔ خیام کی موت کا واقعہ نہایت دلچسپ ہی۔ تاریخ الحکما میں لکھا ہے۔ کہ ایک دن بو علی سینا کی کتاب الشفا پڑھ رہا تھا جب وحدۃ و کثرۃ کی بحث آئی۔ تو کتاب بند کر دی۔ اور طلائی خلال جس کو ہر وقت پاس رکھتا تھا۔ اُس ورق پر رکھکر اُٹھا۔ وضو کر کے نماز پڑھی۔ وصیت کی اور شام تک کچھ نہ کھایا۔ نماز عشا پڑھکر سجدہ کیا اور کہا اللھم تعلم انی عرفتك علی مبلغ

امکانی فاغفرلی فان معرفتی ایاک وسیلتی الیک ۔ اے خدا جہاں تک میرے امکان میں تھا میں نے تجھ کو پہچانا ۔ اسی وسیلہ سے مجھکو بخش دے ۔ اور یہی کہتے کہتے روح جسم سے نکلکر منزل مقصود کو پہنچگئی ۔ دفن کا واقعہ اس سے بھی عجیب تر ہے نظامی عروسی اُس زمانہ کا مشہور شاعر ہے ۔ اُسکا بیان ہے کہ ۵۰۶ھ ہجری میں مَیں بلخ گیا ۔ معلوم ہوا کہ خیام آجکل یہیں مقیم ہے ۔ مَیں خدمت میں حاضر ہوا ۔ باتوں باتوں میں خیام نے کہا ۔ کہ میری قبر ایسے مقام میں ہوگی ۔ کہ ہر سال دو دفعہ درخت اُسپر پھول برسائینگے ۔ مجھکو تعجب ہوا ۔ ساتھ ہی خیال آیا ۔ کہ ایسا بڑا شخص لغو گو نہیں ہوسکتا ۔ چنانچہ ۵۳۰ھ ہجری میں جب مجھے نیشاپور جانے کا اتفاق ہوا ۔ تو حکیم موصوف کو دنیا سے رخصت ہوئے کئی برس گذر چکے تھے ۔ اور چونکہ مجھے شاگردی کا فخر حاصل تھا ۔ اس لئے جمعہ کے دن ایک رہنما کو ساتھ لیکر میں گورستان حیرہ میں فاتحہ خوانی کے لئے گیا ۔ دیکھا تو باغ کی دیوار کے نیچے قبر ہے ۔ سرھانے امرود اور درد آلو کے درخت ہیں ۔ شگوفے جھڑکر اسقدر ڈھیر ہوگئے ہیں کہ قبر ڈھک گئی ہے مجھکو حکیم موصوف کا قول یاد آگیا ۔ اور بے اختیار آنسو نکل پڑے ۔ کیونکہ میری نظر میں تمام ربع مسکون میں کوئی شخص حکیم موصوف کا نظیر نہ تھا ۔ خداوند تعالیٰ و تبارک اُسپر اپنی رحمت نازل فرمائے ۔ آمین ثم آمین ٭

رباعیات حکیم عُمر خیام نیشاپوری

(۱)
آمد سحرے ندا از میخانۂ ما
کاے رند خراباتی دیوانۂ ما
برخیز که پُر کنیم پیمانه ز مے
زاں پیش که پُر کنند پیمانۂ ما

(۲)
گر مے نخوری طعنه مزن مستانرا
گر دست دہد توبه کنم یزداں را
تو فخر بدیں کنی که من مے نخورم
صد کار کنی که مے غلامست آنرا

(۳)
مرد آں نبود که خلق خوارند اورا
وز بیم بدی نیک شمارند اورا
رندے که نمود روی دستی بکرم
رنداں ہمه پشت دست دارند اورا

(۴)
چوں ز آب و گل آفرید صانع مارا
کرده بغم زمانه قانع مارا
پیوسته مرا ز مے ہمیں منع کنی
خود دست تہی بس است مانع مارا

(۵)
چوں عہده نمی کند کسی فردا را
خالی خوش کن تو ایں دل شیدا را
مے نوش بنور ماه اے ماه که ماه
بسیار بتابد و نیابد مارا

(۶)
اے کرده نه لطف و قہر تو صنع خدا
در عہد ازل بہشت و دوزخ برپا
بزم تو بہشت است و مرا جرمی نیست
خوبست که در بہشت ره نیست مرا

(۷)
بُت گفت به بُت پرست کای عابدِ ما
دانی ز چه روی گشته ساجدِ ما
بر ما بجمالِ خود تجلی کرد است
آں کس که ز تست ناظر و شاہدِ ما

(۸)
بر دست یکے تیغ جواب ست مرا
کز وی ہمه سال فتحیاب ست مرا
پیوسته دلِ خصم کباب است مرا
وز کلّۂ او جامِ شراب ست مرا

(۹)
ابریق مئے مرا شکستی ربّا
بر من درِ عیش را ببستی ربّا
بر خاک بریختی مئے لعل مرا
خاکم به دہن که سخت ہستی ربّا

(۱۰)
دانی که چه مذہبست ای دلبر ما
با ایں جہتے نرفتۂ از بر ما
خود کس نفرستی و نپرسی ہرگز
تا بے تو چہا می گذرد بر سر ما

(۱۱)

می قوت جسم و قوت جانست مرا
می کاشف اسرار نهانست مرا
دیگر طلب دنیی و عقبی نکنم
یک جرعه پر از هر دو جهانست مرا

(۱۲)

از آتش ما دود کجا بود اینجا
وز مایهٔ ما سود کجا بود اینجا
آں کس که مرا نام خراباتی کرد
در اصل خرابات کجا بود اینجا

(۱۳)

برخیز و بیا بتا برائے دل ما
حل کن بجمال خویشتن مشکل ما
یک کوزه می بیار تا نوشش کنم
زاں پیش که کوزه‌ها کنند از گل ما

(۱۴)

چوں فوت شوم بباده شوئید مرا
تلقین ز شراب و جام گوئید مرا
خواهید بروز حشر یابید مرا
از خاک در میکده بوئید مرا

(۱۵)

از بادهٔ ناب لعل شد گوهر ما
آمد بفغاں ز دست ما ساغر ما
از بسکه همی خوریم مے بر سر مے
ما در سر مے شدیم و مے در سر ما

(۱۶)

خرم نبود دل پر از غم ما را
هجر تو حزیں کرد دل خرم را
من تلخی عالم بتو خوش می کردم
با تلخی هجرت چه کنم عالم را

(۱۷)

هر چند که رنگ و بو زیباست مرا
چوں لاله رخ و چو سرو بالاست مرا
معلوم نشد که در طربخانهٔ خاک
نقاش من از بهر چه آراست مرا

(۱۸)

غافل بچه امید درین شوم سرا
بر دولت او دل نهند از بهر خدا
هر گاه که خواهد که نشیند از پا
گیرد اجلش دست که بالا بیا

(۱۹)

اے خواجه یکے کام روا کن ما را
دم در کش و در کار خدا کن ما را
ما راست رویم ولیک تو کج بینی
رو چارهٔ دیده کن رها کن ما را

(۲۰)

عاشق همه روزه مست و شیدا بادا
دیوانه و شوریده و رسوا بادا
در هشیاری غصهٔ هر چیز خوریم
چوں مست شویم هر چه بادا بادا

(۲۱)

ساقی قدحے که کارساز ست خدا
در رحمت خود بنده نواز ست خدا
مے خور به بهار و بار طاعت مفروش
کز طاعت خلق بے نیاز ست خدا

(۲۲)

ایں دهر که بود مدتے منزل ما
ناید بجز از بلا و غم حاصل ما
افسوس که حل نگشت یک مشکل ما
رفتیم و هزار حسرت اندر دل ما

(۲۳)
ساقی نظرے به بیکسان بهر خدا
بشکن بت بوالهوسان بهر خدا
ما ماهی مرده ایم تو آب حیات
ما را بوصال خود رسان بهر خدا

(۲۴)
قرآن که مهین کلام خوانند او را
گه گاه نه بر دوام خوانند او را
در خط پیاله آیتے روشن هست
کاندر همه جا مدام خوانند او را

(۲۵)
اے آنکه گزیدهٔ جهانے تو مرا
خوشتر ز دل و دیده و جانے تو مرا
از جان صنما عزیزتر چیزی نیست
صد بار عزیزتر از آنے تو مرا

(۲۶)
امشب بر ما مست که آورد ترا
وز پرده بدین وست که آورد ترا
نزدیک کسی که بی تو در آتش بود
چون باد بدین وست که آورد ترا

(۲۷)
خواهی ز فراق در فغان دار مرا
خواهی ز وصال شادمان دار مرا
من با تو نگویم که چسان دار مرا
زانسان که دلت خواست چنان دار مرا

(۲۸)
ای دل ز زمانه رسم احسان مطلب
در گردش دوران سر و سامان مطلب
درمان طلبی درد تو افزون گردد
با درد بساز و هیچ درمان مطلب

(۲۹)
روزیکه بدست بر نهم جام شراب
وز غایت خرمی شوم مست و خراب
صد معجزه پیدا کنم اندر هر باب
زین طبع چو آتش و سخنهای چو آب

(۳۰)
چندان بخورم شراب کین بوی شراب
آید ز تراب چون روم زیر تراب
تا بر سر خاک من رسد مخموری
از بوئے تراب من شود مست و خراب

(۳۱)
ما و مے و معشوق درین کنج خراب
جان و دل و جام و جامه در رهن شراب
فارغ ز امید رحمت و بیم عذاب
آزاد ز خاک و باد و ز آتش و آب

(۳۲)
مائیم و مے و مطرب این کنج خراب
جان و دل و دین و عقل مرهون شراب
سر در مے گردد و مے در سر مے
بنیاد نهاد خانه مانند حباب

(۳۳)
با بط می گفت ماهی در تب و تاب
باشد که بجوے رفته باز آید آب
بط گفت که چون من و تو گشتیم کباب
بود از پس مرگ ما چه دریا چه سراب

(۳۴)
پاهای تو بوسه دادن ای شمع طرب
به زان باشد که دیگران را بر لب
دست من و دامن خیالت هر روز
پای من و جستن وصالت همه شب

این کوزه چو من عاشق زاری بوده است　　در بند سر زلف نگاری بوده است
این دسته که بر گردن او می بینی　　دستی است که در گردن یاری بوده است (۸۳)

خیام زبهر گنه این ماتم چیست　　در خوردن غم فائده بیش و کم چیست
آنرا که گنه نکرد غفران نبود　　غفران ز برای گنه آمد غم چیست (۸۴)

هشدار که روزگار شور انگیز است　　ایمن منشین که تیغ دوران تیز است
در کام تو گر زمانه لوزینه نهد　　زنهار فرو مبر که زهر آمیز است (۸۵)

چون آب بجویبار و چون باد بدشت　　روز دگر از عمر من و تو بگذشت
تا من باشم غم دو روزه نخورم　　روزیکه نیامدست و روزیکه گذشت (۸۶)

طاس فلک از پیش و لالای تهیست　　آسوده درین جهان نمیدانم کیست
همین نفسی ز مرگ می نتوان زیست　　پس فائده در جهان بیفائده چیست (۸۷)

ابا زشناختم من این پائی روست　　این چرخ فرومایه مرا دوست پیست
محسوس که در حساب خواهند نهاد　　عمری که مرا بی می و معشوق گذشت (۸۸)

از هرزه بهر روی نمی باید تاخت　　با نیک و بد زمانه می باید ساخت
از طاس سک چرخ و کعبتین تقدیر　　هر نقش که پیدا شود آن باید باخت (۸۹)

با دشمن و دوست فعل نیکو نیکوست　　بد می کند آنکه نیکیش عادت و خوست
با دوست چو بد کنی شود دشمن تو　　با دشمن اگر نیک کنی گردد دوست (۹۰)

من هیچ ندانم که مرا آنکه سرشت　　از اهل بهشت کرد یا دوزخ زشت
قوتی و بتی و باده برلب کشت　　این هر سه مرا نقد و ترا نسیه بهشت (۹۱)

در ده پسر آن می که جهانتاب است　　زان می که گل نشاط را مهتاب است
بشتاب که آتش جوانی آب است　　دریاب که بیداری دولت خواب است (۹۲)

می خور که مدام راحت روح تو اوست　　آسایش جان و دل مجروح تو اوست
طوفان غم ار در آید از پیش و پست　　در باده گریز کشتی نوح تو اوست (۹۳)

خوردن من نه از برای طرب است　　نی بهر فساد و ترک دین و ادب است
خواهم که به بیخودی بر آرم نفسی　　می خوردن و مستیم ازین سبب است (۹۴)

دنیا نه مقام گشت و نه جای نشست
فرزانه درو خراب و اولی تر مست

(۹۵) بر آتش غم ز باده آبی میزن
زان پیش که در خاک روی باد بدست

چون آمدنم بمن نبد روز نخست
وین رفتن بی مراد عزمیست درست

(۹۶) برخیز و میان ببند ای ساقی چست
کاندوه جهان بمی فرو خواهم شست

گویند مرا چه سور با حور خوش است
من می گویم که آب انگور خوش است

(۹۷) این نقد بگیر و دست از آن نسیه بشو
کآواز دهل شنیدن از دور خوش است

در فصل بهار اگر بتی حور سرشت
بر من قدحی دهد مرا بر لب کشت

(۹۸) گرچه بر هر کس این سخن باشد زشت
سگ به ز من ار دگر برم نام بهشت

می نوش که عمر جاودانی این است
خود حاصلت از دور جوانی این است

(۹۹) هنگام گل و مل است یاران سرمست
خوش باش دمی که زندگانی این است

ای دل چو نصیب تو همه خون شدنست
احوال تو هر لحظه دگرگون شدنست

(۱۰۰) ای جان تو درین تنم چه کار آمده
چون عاقبت کار تو بیرون شدنست

با مادرم قلب نمی گردد جفت
جاروب طرف خانه ناپاک برفت

(۱۰۱) پیری ز خرابات برون آمده گفت
می خور که بعمرها می باید خفت

خیام تنت بخیمه می ماند راست
سلطان روح است و منزلش دار فناست

(۱۰۲) فراش اجل ز بهر دیگر منزل
از پا فگند خیمه که سلطان برخاست

با ما فلک ار جنگ ندارد عجب است
گر بر سر ما سنگ ندارد عجب است

(۱۰۳) قاضی که خرید باده وقف و فروخت
در مدرسه گر بنگ ندارد عجب است

بر جان شریف گوشمالی نهیبست
داند که هر آنچه آمد از جان گنهیست

(۱۰۴) چیزی که بما میرسد از حکم شه است
کونین ز بهر چه میرود بی گنهیست

دارنده چو ترکیب طبائع آراست
از بهر چه اوفگندش اندر کم و کاست

(۱۰۵) گر نیک آمد شکستن از بهر چه بود
ور نیک نیامد این صور عیب کراست

چون ابر بنوروز رخ لاله بشست
برخیز و بجام باده کن عزم درست

(۱۰۶) این سبزه که امروز تماشاگه تست
فردا همه از خاک تو بر خواهد رست

(۱۰۷) فصل گل و طرف جویبار و لب کشت
با یک دو سه اهل و لعبتی حورسرشت
پیش آر قدح که باده نوشان صبوح
آسوده ز مسجد اند و فارغ ز کنشت

(۱۰۸) ای می لب لعل یار میدار بدست
زان رو که شگرف داری این کار بدست
زان شد ز می لاله قدح برخوردار
کآورد بخون دل لب یار بدست

(۱۰۹) عشق ارچه بلاست آن بلا حکم خداست
برحکم خدا ملامت خلق چراست
چون نیک و بد خلق بتقدیر خداست
پس روز پسین حساب بر بنده چراست

(۱۱۰) آباد خرابات ز می خوردن ماست
خون دو هزار توبه در گردن ماست
گر من نکنم گناه رحمت چه کند
آرایش رحمت از گنه کردن ماست

(۱۱۱) نه لائق مسجدم نه درخور کنشت
ایزد داند گل مرا چه سرشت
نه دین و نه دنیا و نه اُمید بهشت
چون کافر درویشم و چون قحبه زشت

(۱۱۲) در هر دشتی که لاله زاری بوده است
آن لاله ز خون شهریاری بوده است
هر برگ بنفشه کز زمین میروید
خالیست که بر رُخ نگاری بوده است

(۱۱۳) در وقت بهار اگر بتی حورسرشت
پُر می قدحی دهد مرا بر لب کشت
گرچه بهر کس این سخن باشد زشت
سگ به ز من ار دگر برم نام بهشت

(۱۱۴) با ما نگذارند دمی یارانت
غمخوار شدم ز دست غمخوارانت
خورشید تو بر روزن ما چون افتد
کز ذره فزونست هوادارانت

(۱۱۵) چون دی و پری ما به بیکار گذشت
شادی و غم و محنت و تیمار گذشت
امروز بآنچه می رسد خوش می باش
کین سر چنانچه آید از کار گذشت

(۱۱۶) از گردش چرخ هیچ مفهومم نیست
جز رنج زمانه هیچ موهومم نیست
هرچند به کار خویش در می نگرم
عمری بگذشت و هیچ معلومم نیست

(۱۱۷) پیش از من و تو لیل و نهاری بوده است
گردنده فلک برای کاری بوده است
زنهار قدم بخاک آهسته نهی
کان مردمک چشم نگاری بوده است

(۱۱۸) از بزم خرد عقل دلیل سره گفت
از روم و عرب میمنه و میسره گفت
گر نا اهلی گفت که می ناسره است
من چون شنوم چونکه خدا لیس سره گفت

ساقی قدحے که هست عالم ظلمات جز روی تو نیست در جهان آب حیات
(۱۱۹)
از جان و جهان و هر چه در عالم هست مقصود توئی و بر محمد صلوات

ساقی مے معرفت مرا مکرمت است در مشرب بے معرفتان معصیت است
(۱۲۰)
بے معرفت آدمی چه کار آید هیچ مقصود ز آدمی همین معرفت است

ساقی فلک ز بحر عطای تو کفے ست در کوی تو صد کعبهٔ جان در طرفیست
(۱۲۱)
در کعبهٔ جان زهے شرف گیر برسم و در رهِ کعبه هم بمیرم شرفیست

ساقی نظرے که دل خوش از دیدن تست جان شاد ز خوشه چینی خرمن تست
(۱۲۲)
ناگفته دلت ضمیر ما میداند جامِ جم عاشقان دل روشن تست

این گنبد لاجوردی زرین طشت بسیار بگشت است و دگر خواهد گشت
(۱۲۳)
یک چند ز اقتضائے دوران قضا ما نیز چو دیگران رسیدیم و گذشت

این خاک ره از خواجه بخاری بود است در وقت خود او بزرگواری بود است
(۱۲۴)
هر جا که قدم همی نهی مے پندار کان دست کریم شهسواری بود است

یک جرعه می ز ملک کاوس به است وز تخت قباد و مملکت طوس به است
(۱۲۵)
هر ناله که رندے بسحرگاه زند از طاعت زاهدان سالوس به است

رفتم بخرابات بپایان درست زنار مغان را بمیان بستم چست
(۱۲۶)
شاگرد خرابات ز بدنامی من رختم بدر افگند و خرابات بشست

بت خانه و کعبه خانه بندگی است ناقوس زدن ترانهٔ بندگی است
(۱۲۷)
محراب و کلیسیا و تسبیح و صلیب حقا که همه نشانهٔ بندگی است

ساقی قدحی که کار عالم نفسے ست گر شادی از و یک نفس آن نیز بسی است
(۱۲۸)
خوش باش ز هر چه پیش آید ز جهان هرگز نشود چنانکه دلخواه کسے است

ساقی مے ناز عارض پر خوی تست چشمت نرسد که چشمها در پی تست
(۱۲۹)
سرچشمهٔ فیض جز لب لعل تو نیست صد خضر و مسیح جرعه نوش می تست

ساقی دل ما سوخته از مشتاقیست با آنکه طبیب دردمندان ساقیست
(۱۳۰)
جان داده ام امید ست مرا در قدمت تا جان بودم امیدواری باقیست

ساقی بہشت این همه مشتاقی چیست جنت می و ساقی بود و باقی چیست
اینجاست می و ساقی و آنجاست همین پس هر دو جهان به از می و ساقی چیست (۱۳۱)
ساقی دل من که شادی از غم نشناخت جز جام می از نعیم عالم نشناخت
ده ده که دم صبوح جان بخش دم است کس غیر مسیح قدر این دم نشناخت (۱۳۲)
ساقی قدحی که آنکه این خاک سرشت خط بر سر ما مستی و عشق تو نوشت
معمور بود شاهد و باده جهان موجود بود بکوثر و حور بهشت (۱۳۳)
از منزل کفر تا بدین یک نفس است وز عالم شک تا بیقین یک نفس است
این یک نفس عزیز را خوش میدار کز حاصل عمر ما همین یک نفس است (۱۳۴)
آن لعل گران بها ز کانی دگر است وان دُر یگانه را نشانی دگر است
اندیشهٔ این و آن خیال من و تست افسانهٔ عشق را زبانی دگر است (۱۳۵)
اسرار جهان چنانکه در دفتر ماست گفتن نتوان که آن وبال سر ماست
چون نیست درین مردم دنیا اهلی نتوان گفتن هر آنچه در خاطر ماست (۱۳۶)
امروز که نوبت جوانی من است می نوشم از آنکه کامرانی من است
عیبش مکنید زانکه تلخ است خوش است تلخ است از آنکه زندگانی من است (۱۳۷)
ای دل چو زمانه می کند غمناکت ناگه برود ز تن روان پاکت
بر سبزه نشین و خوش بزی روزی چند زان پیش که سبزه بردمد از خاکت (۱۳۸)
جز حق حکمی که حکم را شاید نیست هر حکم که از حکم او برون آید نیست
هر چیز که هست آن چنان می باید آن چیز که آن چنان نمی باید نیست (۱۳۹)
چون لاله بنوروز قدح گیر بدست با لاله رخی اگر ترا فرصت هست
می نوش بخور غصه که این چرخ کهن ناگاه ترا چو خاک گرداند پست (۱۴۰)
چون بادی شد آمدم چابک چست زان پیش که بیچاره تنم بود درست
از ضعف کنون چون نفس بیماران می آیم و می روم و می ساکن و سست (۱۴۱)
بس خون کسان که چرخ بیباک بریخت بس گل که برآمد از گل و پاک بریخت
بر حسن و جوانی ای پسر غره مشو بس غنچه ناشگفته بر خاک بریخت (۱۴۲)

ساقی قدحے کہ شمع دل در نگرفت تا در آتش می زندگی از سر نگرفت
آه از می لعلت کہ بریں بادۂ ناب ہرکس کہ بے نہاد لب برنگرفت (۱۴۳)

ساقی عیش است و مہ افروختہ است مے دہ کہ فلک نکتہ آموختہ است
دانی کہ اجل چو برق خرمن سوز است تا در نگری خرمن ما سوختہ است (۱۴۴)

ساقی چہ کنم کہ دل کبابم زغمست مدہوش تر از مست شرابم زغمست
ہرچند کسے خرابیم شرح دہد باللہ کہ بیش از آں خرابم زغمست (۱۴۵)

سیم ارچہ نامایۂ خردمندانست بے سیمیاں را باغ جہاں زندانست
از دست تہی بنفشہ سر بر زانوست در کیسۂ زر دہان گل خندان ست (۱۴۶)

ہر دفتر عالی معانی عشق است سر بیت قصیدۂ جوانی عشق است
ای آنکہ خبر نداری از عالم عشق ایں نکتہ بدانکہ زندگانی عشق است (۱۴۷)

طوریست کہ صد ہزار موسیٰ دیدہ است دیریست کہ صد ہزار عیسیٰ دیدہ ست
قصریست کہ صد ہزار قیصر بگذشت طاقیست کہ صد ہزار کسریٰ دیدہ ست (۱۴۸)

در میکدۂ عشق اجل اسم منست رندی و پرستیدن می قسم منست
من جان جہانم اندریں دیر مغاں ایں صورت کون جملگی جسم منست (۱۴۹)

در دہر مرا شراب و شاہد ہوس است نہ چشم و دلم منتظر پیش و پس است
در دل نہ ز ہشیاری و مستی خبرے مقصود من از ہر دو جہاں یکنفس است (۱۵۰)

در وادی عیب چوں دویدن ہوس است در عیب کساں نظر بریدن ہوس است
زینساں کہ من احوال جہاں می بینم دامن ز زمانہ در کشیدن ہوس است (۱۵۱)

گر بر فلکے بخاک باز آرندت در ہر سر نازی بہ نیاز آرندت
فی الجملہ بنہ تو جہل تا بتوانی آزار مجوے تا نیاز آرندت (۱۵۲)

در نای قرابہ قلقل می چہ خوش ست آواز سماع و نالۂ نے چہ خوش است
در ہر بت دلفریب و در سر می ناب فارغ زغم زمانہ ہے ہے چہ خوش است (۱۵۳)

ساقی دل ما کہ دانۂ مہر نو کاشت مہر تو نہفتہ تا ابد خواہد داشت
دامن مفشاں زناز بر اہل نیاز گر دامن تو دست نخواہیم گذاشت (۱۵۴)

ساقی ز درت سفر نخواهیم گرفت — گر هم بکنی حذر نخواهیم گرفت
گیرم که ز خاک بر نگیری سر ما — ما سر ز رهِ تو بر نخواهیم گرفت (۱۵۵)

ساقی به کرم گر نبُت یاقوت لب است — در آب خضر بجای آب عنب است
گر زهره بود مطرب و عیسی همدم — چون دل نه بجا بود چه جای طرب است (۱۵۶)

ساقی ز می که لعلت آن را ساقی است — دل بر نکنم تا دمی از من باقی است
مشتاقم از آن بدیدنت گستاخم — گستاخی من ز غایت مشتاقی هست (۱۵۷)

ساقی مه رخسار تو جان همه است — دلدار من ست و دلستان همه است
خورشید صفت نه مهر و آب خوش است — تنها نه از آن من که زآن همه است (۱۵۸)

در عشق تو از ملامتم ننگی نیست — با بیخبران درین سخن جنگی نیست
آن شربت عاشقی همه مردانست — نامردان را ازین قدح رنگی نیست (۱۵۹)

گفتم که اگر درست باشد عهدت — بر قاعده سخت نت باشد عهدت
کی دانستم که هیچ بنیاد جهان — ای نور دو دیده سُست باشد عهدت (۱۶۰)

گفتم که سر زلف تو بس سرخورد است — گفتا که تو تن بنه اگر سر خورد است
گفتم روزی ز قامتت بر نخورم — گفتا که ز سرو کی کسی برخورد است (۱۶۱)

ما را گویند دوزخی باشد مست — قولیست خلاف دل در او نتوان بست
گر عاشق مست دوزخی خواهد بود — فردا بینی بهشت همچون کف دست (۱۶۲)

فاسق خوانند مرد مائم پیوست — من بگیهم خیال شان بین که چه هست
بر من ز خلافِ شرع ای اهل صلاح — جز خمر و لواطت و زنا چیزی هست (۱۶۳)

ده عقل و دو نه رواق و ز هشت بهشت — هشت است انجم از شش جهت این نه مه تو
کز پنج حواس چار ارکان و سه رُوح — ایزد به دو عالم چو تو یک کس نسرشت (۱۶۴)

سپهر دو جهان از قدح مستان ست — خورشید ازل جام می تابان ست
این نکته که در قلب جهان پنهان است — در شیشهٔ می اگر بدانی آن ست (۱۶۵)

بر روی تو زلف را اقامت هوس است — سر فتنهٔ روم را قیامت هوس است
زابروی تو محراب نشین شد چشمت — آن کافر [illegible] را امامت هوس است (۱۶۶)

ساقی غم ما بلند آوازه شده است — سرمستی من برون ز اندازه شده است
(۱۶۷) با موی سفید سرخوشم کز خط نو — پیرانه سرم بهار دل تازه شده است

ساقی سجیات چون کسی همسر نیست — در پیر بود به از می و ساغر نیست
(۱۶۸) می همدم ماست زانکه چون گرمی وی — در آب حیات و چشمه کوثر نیست

ساقی نظری که دل ز اندیشه تهی ست — شیران همه رفته اند سر بیشه تهی ست
(۱۶۹) هر شب ز حباب کف زدی شیشه چرخ — امروز که دور ما بود شیشه تهی ست

ساقی رخت ز جام جمشید به است — مردن به رهت ز عمر جاوید به است
(۱۷۰) خاک قدمت که روز من روشن ازوست — هر ذره ز صد هزار خورشید به است

ساقی که لبش مفرح یاقوت است — دل را غم او قوت و جان را قوت است
(۱۷۱) هر کس که نشد کشته بطوفان غمش — در کشتی نوح زنده در تابوت است

ای ساقی ازان می که دلم دین منست — پر کن قدحی که جان شیرین منست
(۱۷۲) گر نیست شراب خوردن آئین شما — معشوقه بجام خوردن آئین منست

در هیچ سری نیست که اسراری نیست — دل را خبر از اندک و بسیاری نیست
(۱۷۳) هر طائفه روند راهی در پیش — الا ره عشق را که سالاری نیست

گل گفت چه از لقای من روی نیست — چندین ستم گلاب گر باوی چیست
(۱۷۴) بلبل بزبان حال با او می گفت — یک روز که خندید که سالی نگریست

بدنامی من ز عرش و کرسی بگذشت — وین عمر عزیز نیز از سی بگذشت
(۱۷۵) فی الجمله خوشی نیست اگر دست دهد — صد کاسه بپایی که عروسی بگذشت

ساقی دل من ز مرده فرسوده تر است — کو زیر زمین ز من دل آسوده تر است
(۱۷۶) هر چند بجوی دیده دامن شویم — دامان ترم ز دیده آلوده تر است

ساقی حذر از غم توام آه که نیست — صبرم ز رخت حق است آگاه که نیست
(۱۷۷) منظور منی و جز کس در دل من — والله که نیست ثم بالله که نیست

ساقی دل من ز دست گر خواهد رفت — بحر است کجا ز خود بدر خواهد رفت
(۱۷۸) صوفی که چو ظرف تنگ از خویش پر است — یک جرعه اگر دهی بسر خواهد رفت

(۱۷۹)
ساقی گل و سبزه بس طربناک شده است
مے نوش و گلے بچیں که تا درنگرے
دریاب که هفته دگر خاک شده است
گل خاک شده است و سبزه خاک شده است

(۱۸۰)
ساقی می کهنه یار دیرین من است
گر بنده که باده خوار را دینے نیست
بے دختر رز عیش نه آئین من است
من باده خورم که باده خود دین من است

(۱۸۱)
ساقی که هلاکم ز غم هجرانت
رفتند و هزار دل هلاک از غم تست
هر جا که روی دست من و دامانت
باز آئی که صد هزار جان قربانت

(۱۸۲)
در عالم بے وفا که منزل گه ماست
چوں روی تو ماه نیست روشن گفتم
بسیار بجستیم بقیاسی که مراست
چوں قد تو سرو نیست میگویم راست

(۱۸۳)
آں باده که قابل حیات است بذات
ناظن نه بری که هست گردد هیهات
گاهی حیوان می شود و گاه نبات
موصوف بذات تست گر هست صفات

(۱۸۴)
عمریست که مداحی من ورد من است
زاهد اگر استاد تو عقل است اینجا
اسباب مے است هر چه در گرد من است
خوش باش که استاد تو شاگرد من است

(۱۸۵)
در مدرسه و صومعه و دیر و کنشت
آں کس که ز اسرار خدا با خبر است
ترسنده از دوزخ اندر جویای بهشت
زیں تخم در اندرون دل هیچ نکشت

(۱۸۶)
امروز که آئینه مراد در نام است
هر روز اگر یک قدح مے میخوردی
مے نوش کن از قدح چه جای جام است
امروز و خور که سید الایام است

(۱۸۷)
ترکیب طبائع چو بکام تو می است
با اهل خرد نشیں که اصل من و تو
تو او کن از هر چه که هر دم ستمی است
گردی و شراری و نسیمی و نمی است

(۱۸۸)
با مطرب و می حور سرشتے گر هست
به زیں مطلب دوزخ فرسوده متاب
یا رب روان و لب کنشتی گر هست
حقا که جز این نیست بهشتی گر هست

(۱۸۹)
دنیا دیدی و هر چه دیدی هیچ است
سرتاسر آفاق دویدی هیچ است
واں نیز که گفتی و شنیدی هیچ است
واں نیز که در خانه خزیدی هیچ است

(۱۹۰)
هیهات که این جسم مجسم هیچ است
دریاب که در کشاکش موت و حیات
وین دائره و سطح مجسم هیچ است
و البته بکد مبهم و انهم هیچ است

(۱۹۱) در عالمِ خاک خاک پاشیدم و رفت
صد دشمن و دوست بر تراشیدم و رفت
با چون تو چرائی تو مرا کاسے نیست
چندانکه بداشتنی بپاشیدم و رفت

(۱۹۲) مے خور که بزیر گل بسے خواهی خفت
بے مونس و بیحریف و بی همدم و جفت
زنهار بکس مگو تو این راز نهفت
هر لاله که پژمرده نخواهد بشگفت

(۱۹۳) مے میخورم و مخالفان از چپ و راست
گویند مخور باده که دین را اعداست
چون دانستم که می عدوئے دین است
والله بخورم خون عدو را که رواست

(۱۹۴) دوران جهان بے مے و ساقی هیچ است
بے زمزمهٔ نای عراقی هیچ است
هرچند در احوال جهان مے نگرم
حاصل همه عشرت است و باقی هیچ است

(۱۹۵) ابر آمد و باز بر سر سبزه گریست
بے بادهٔ ارغوان نمی باید زیست
امروز که این سبزه تماشاگهِ ماست
تا سبزهٔ خاک ما تماشاگهِ کیست

(۱۹۶) دریاب که از روح جدا خواهی رفت
در پردهٔ اسرار خدا خواهی رفت
مے نوش ندانے ز کجا آمدهٔ
خوش باش ندانی که کجا خواهی رفت

(۱۹۷) بر چهرهٔ گل شبنم نوروز خوش است
در صحن چمن روی دل افروز خوش است
از دی که گذشت هر چه گوئی خوش نیست
خوش باش ز دی مگو که امروز خوش است

(۱۹۸) یزدان چو گلِ وجود ما را آراست
دانست ز فعل ما چه بر خواهد خواست
بے حکمش نیست هر گناهی که مراست
پس سوختن قیامت از بهر چه خواست

(۱۹۹) بر لوح نشان بودنیها بوده است
پیوسته قلم ز نیک و بد آسوده است
اندر تقدیر آنچه بایست بداد
غم خوردن و کوشیدن ما بیهوده است

(۲۰۰) ترسِ اجل و بیم فنا هستی نیست
ورنه ز فنا شیخ بقا خواهد رست
من از دم عیسوی شدم زنده بجان
مرگ آمد و از وجود من دست بشست

(۲۰۱) با هر بد و نیک راز نتوانم گفت
دارم سخنے دراز نتوانم گفت
عالمے دارم که شرح نتوان دادن
رازی دارم که باز نتوانم گفت

(۲۰۲) با باده نشین که ملک محمود این است
وز چنگ شنو که لحن داؤد این است
از آمده و رفته دگر یاد مکن
حالے خوش باش زانکه مقصود این است

گردوں نگری ز عمر فرسودهٔ ماست جیحوں اثرے ز چشم پالودهٔ ماست
دوزخ شررے ز رنج بیهودهٔ ماست فردوس دمے ز وقت آسودهٔ ماست (۲۰۳)

در خواب بُدم مرا خردمندے گفت کز خواب کسی را گل شادی نشگفت
کارے چه کنی که با اجل باشد جفت برخیز که زیر خاک می باید خفت (۲۰۴)

چوں چرخ بکام یک خردمند نگشت خواهی تو فلک هفت شمر خواهی هشت
چوں باید مرد و آرزو ها همه هشت چه مور خورد بگور چه گرگ بدشت (۲۰۵)

شادی بطلب که حاصل عمر دمے است هر ذره ز خاک کیقبادے و جمے است
احوال جهاں و اصل ایں عمر که هست خوابے و خیالے و فریبے و دمے است (۲۰۶)

ایں کهنه رباط را که عالم نام است آرامگه ابلق صبح و شام است
بزمی است که وا ماندهٔ صد جمشید است قصریست که تکیه گاه صد بهرام است (۲۰۷)

بلبل چو بباغ ناله بر دست گرفت مے باید همچو لاله بر دست گرفت
زاں پیش که مردماں مرا از سر جهل گویند فلاں پیاله بر دست گرفت (۲۰۸)

یارب تو کریمی و کریمی کرم است عاصی ز چه رو بروں ز باغ ارم است
با طاعتم ار ببخشی آں نیست کرم با معصیتم اگر ببخشی کرم است (۲۰۹)

اکنوں که ز گل سعادتت پربار است دست تو ز جام مے چرا بیکار است
مے خور که زمانه دشمن غدار است دریافتن روز چنیں دشوار است (۲۱۰)

مهتاب بنور دامن شب بشگافت مے خور که دمے خوشتر ازاں نتواں یافت
خوش باش و میندیش که مهتاب بسے اندر سر خاک یک بیک خواهد یافت (۲۱۱)

پیش از من و تو لیل و نهارے بوده است گردنده فلک برائے کارے بوده است
زنهار قدم بخاک آهسته بنه کیں مردمک چشم نگارے بوده است (۲۱۲)

از باد صبا دلم چو بوئے تو گرفت ما را بگذاشت جستجوئے تو گرفت
اکنوں ز منش هیچ نمی آید یاد بوئے تو گرفته بود خوئے تو گرفت (۲۱۳)

آں قصر که بهرام درو جام گرفت آهو بچه کرد و شیر آرام گرفت
بهرام که گور می گرفتے همه عمر بنگر که چگونه گور بهرام گرفت (۲۱۴)

با حکم خدا بجز رضا در نگرفت — با خلق بجز روی زبا در نگرفت
هر حیله که در تصور عقل آید — (۲۱۵) کردیم ولیک با قضا در نگرفت

کم گوے که فضل حق بآسانی نیست — وز توبه بگوے کاپچه میدانی نیست
چندیں پس شکر لب و شیریں گو — (۲۱۶) چوں توبه تواں کرد مسلمانی نیست

صحرا رخ خود ز ابر نوروز بشست — ایں دہر شکسته دل بنو گشت درست
ہیں سبز خطے و سبزه زاری و مئے — (۲۱۷) ای بے خبر اکه سبزه از خاک تو رست

تا چند زنم بروے دریا ہا خشت — نومید نیم چو بت پرستاں ز کنشت
امشب من و سیمبر جواناں کنشت — (۲۱۸) مے خواہم و معشوق چه دوزخ چه بہشت

ہرگز رستے ز عقل در دل بنگاشت — یک روز ز عمر خویش ضائع نگذاشت
یا در طلب رضای یزداں کوشید — (۲۱۹) یا راحت جاں گزید و ساغر برداشت

ای وای براں دل که درو سوزے نیست — سودا زدۂ مہر دل افروزی نیست
روزی که تو بے عشق بسر خواہی برد — (۲۲۰) ضائع تر از اں روز ترا روزی نیست

من بندۂ عاصیم رضای تو کجاست — تاریک دلم نور صفای تو کجاست
ما را تو بہشت اگر بطاعت بخشی — (۲۲۱) ایں بیع بود لطف و عطای تو کجاست

تا کے ز چراغ مسجد و دود کنشت — تا کے ز زیانِ دوزخ و سود بہشت
رو بر سر لوح بیں که استادِ قضا — (۲۲۲) اندر ازل آنچه بود بے بود نوشت

ہر دل که درو دانۂ تخم یدم است — بیچاره ہمه عمر ندیم ندم است
جز خاطر فارغ که نشاطے وارد — (۲۲۳) باقی ہمه ہرچه ہست اسباب غم است

در مجلس دہر ساز مستی پست است — نه چنگ و نه نای و نه دلم در دست است
رنداں ہمه ترک مے پرستی کردند — (۲۲۴) جز محتسب شہر که دائم مست است

ہر جا که گلے و لاله زارے بودست — از سرخی خون شہریارے بودست
ہر شاخ بنفشه کز زمیں میروید — (۲۲۵) خالی ست که بر رخ نگارے بودست

از مار مغنے لبعی ساقی مانده است — در صحبت عمر بیوفاقی مانده است
از باده دوش یک مئے بیش نماند — (۲۲۶) از عمر ندانم که چه باقی مانده است

نفست بسگ خانه ماند راست
جز بانگ میان تهی ز هیچ سخناست
روبه صفت است خواب خرگوش دهد
آشوب پلنگ دارد و گرگ وغاست (۲۲۷)

پرخون ز فراقت جگری نیست که نیست
شیدائی تو صاحب نظری نیست که نیست
(۲۲۸)
با آنکه نداری سر سودای کسے
سودای تو در هیچ سری نیست که نیست

از آتش این طائفه جز دودی نیست
در هیچ کسم امید بهبودی نیست
(۲۲۹)
دستے که ز دست چرخ بر سر دارم
در دامن هر که میزنم سودی نیست

بیگانه اگر وفا کند خویش من است
ور خویش جفا کند بد اندیش من است
(۲۳۰)
گر زهر موافقت کند تریاق است
ور نوش مخالفت کند نیش من است

تا بتوانی غم جهان هیچ مسنج
بر دل منه از آمده و ز نا آمده رنج
(۲۳۱)
خوش می خور و مے بخش درین دار سپنج
با خود نبری گرچه بسے داری گنج

گو مطرب و می تا بدهم داد صبوح
خوش وقت دلی که می کند یاد صبوح
(۲۳۲)
ما را بجهان سه چیز می باید خوش
سرمستی و عاشقی و فریاد صبوح

ای عارض تو نهاده بر نسرین طرح
روی تو فگنده بر بتان چین طرح
(۲۳۳)
دے غمزۀ تو داد شه بابل را
اسپ و رخ و فیل بیدق و فرزین طرح

چون می گذرد عمر چه شیرین و چه تلخ
پیمانه چو پر شود چه بغداد و چه بلخ
(۲۳۴)
مے نوش که بعد از من و تو ماه بسے
از سلخ بغرۀ آید و از غرۀ بسلخ

بنگر ز جهان چه طرف بر بستم هیچ
وز حاصل عمر چیست در دستم هیچ
(۲۳۵)
شمع طربم و لے چو بنشستم هیچ
من جام جمم و لے چو بشکستم هیچ

قدر گل و مل باده پرستان دانند
نے تنگدلان و تنگدستان دانند
(۲۳۶)
از بیخبری بیخبران معذور اند
ذوقیست درین باده که مستان دانند

چون رزق تو آنچه عدل قسمت فرمود
یک ذره نه کم شود نه خواهد افزود
(۲۳۷)
آسوده ز هرچه نیست می باید شد
و آزاده ز هرچه هست می باید بود

ز آوردن من نبود گردون را سود
وز بردن من جاه و جلالش نفزود
(۲۳۸)
وز هیچ کسے نیز دو گوشم نشنید
کاوردن و بردن من از بهر چه بود

(۲۳۹)
بوئے خوش گل برچمن خاری ارزد
گر باده خوری هم بخماری ارزد
پاریکه از و هزار جان تازه شود
انصاف بده که انتظاری ارزد

(۲۴۰)
آن کس که زمین و چرخ و افلاک نهاد
بس داغ که او بر دل غمناک نهاد
بسیار لب چو لعل و زلفین چو مشک
در طبل زمین و حقهٔ خاک نهاد

(۲۴۱)
خورشید کمند صبح بر بام فگند
کیخسرو روز باده در جام افگند
مے خور که منادی سحر گه خیزان
آوازهٔ زسر تو در ایام افگند

(۲۴۲)
دستے چو منے که جام و ساغر گیرد
حیف است که آن دفتر منبر گیرد
تو زاهد خشکی و منم فاسق تر
آتش نشنیده ام که در تر گیرد

(۲۴۳)
زان پیش که نام تو ز عالم برود
مے خور که چو مے رسد بدل غم برود
بکشای سر زلف تے بند ز بند
زان پیش که بند بندت از هم برود

(۲۴۴)
در ملک تو از طاعت ما هیچ فزود
وز معصیتے که هست نقصانے بود
بگذار و مگیر زانکه معلوم شد
گیرندهٔ دیرے و گذارندهٔ زود

(۲۴۵)
چون رزق تو آنچه عدل قسمت فرمود
یک ذره نه کم شود و نخواهد افزود
آسوده ز هر چه هست می باید شد
آزاده ز هر چه هست مے باید بود

(۲۴۶)
جانم بفدائے آنکه او اهل بود
سر در قدمش اگر نهم سهل بود
خواهی که بدانی به یقین دوزخ بود
دوزخ بجهان صحبت نا اهل بود

(۲۴۷)
آنها که کهن شدند و آنها که نوند
هر یک بمراد خویش یک یک برسند
این کهنه جهان بکس نماند جاوید
رفتند و روند و دیگر آیند و روند

(۲۴۸)
دل چراغیست که نور از رخ دلبر گیرد
ور بمیرد زغمش زندگی از سر گیرد
صفت شمع و پروانه و لے باید گفت
کین حدیثیست که با سوختگان در گیرد

(۲۴۹)
مے گر چه حرام ست و لے تا که خورد
آنگاه چه مقدار و دگر با که خورد
هر گاه که این سه شرط شد راست بگو
پس مے نخورد مردم دانا که خورد

(۲۵۰)
آنها که فلک دیده و دهر آرایند
آیند و روند و باز با دهر آیند
در دامن آسمان و در زیر زمین
خلقے ست که با خدای و هر آسایند

(۲۵۱)
این قافلهٔ عمر عجب میگذرد — دریاب دمے که با طرب میگذرد
ساقی غم فردای حریفاں چه خوری — درده قدح باده که شب میگذرد

(۲۵۲)
برچشم تو ارچه عاشقاں بگرایند — بگرائے بدانکه عاقلاں بگرایند
بربائے نصیب خویشتن کت بربایند — بسیار چو تو شدند و بسیار آیند

(۲۵۳)
پوشیده مرقعه اند این خامے چند — نارفته رہ صدق و صفا گامی چند
بگرفته ز طامات الف لامے چند — بدنام کنندهٔ نکونامے چند

(۲۵۴)
آں کس که گنه بنزد او سهل بود — این نکته بگو بدار که او اهل بود
علم ازلی علت عصیاں کردن — نزد یک حکیم غایت جهل بود

(۲۵۵)
سر همه دانائے فلک میداند — کو موی بموی رگ برگ میداند
گیرم که بزرق خلق را بفریبی — با او چه کنی که یک بیک میداند

(۲۵۶)
چوں کار نه بر مراد ما خواهد بود — اندیشه جهد ما کجا دارد سود
پیوسته نشسته ایم در حسرت آنکه — دیر آمده ایم و رفت می باید زود

(۲۵۷)
این چرخ جفا پیشه و غائے بنیاد — هرگز گره بستهٔ کس را نگشاد
هر جا که یکے دید که داغے دارد — داغے دگرش برسر آں داغ نهاد

(۲۵۸)
آں مرد نیم کز عدمم بیم آید — کاں نیم مرا خوشتر ازاں نیم آید
جانیست مرا بعاریت داده خدا — تسلیم کنم چو وقت تسلیم آید

(۲۵۹)
از واقعهٔ ترا خبر خواهم کرد — واں را بدو حرف مختصر خواهم کرد
با عشق تو در خاک فرو خواهم شد — با مهر تو سر ز خاک بر خواهم کرد

(۲۶۰)
عاقل غم و اندیشه لاشے نخورد — جز جام لبالب و پیاپے نخورد
غم در دل و باده در صراحی باشد — خاکش بسر آنکه غم خورد می نخورد

(۲۶۱)
کم کن طمع از جهاں و می زی خرسند — وز نیک و بد زمانه بگسل پیوند
می بر کف و زلف دلبرے گیر که زود — هم بگذرد و نماند این روزی چند

(۲۶۲)
در عالم جاں بهوش می باید بود — در کار جهاں خموش می باید بود
تا چشم و زبان و گوش برجا باشد — بے چشم و زبان و گوش می باید بود

(۲۶۳) این کوزه گران که دست در گل دارند
عقل و خرد و هوش بر آں بگمارند
مشت و لگد و طپانچه تا چند زنند
خاکے بدہان است چه می پندارند

(۲۶۴) لب بر لب کوزه هیچ دانی مقصود
یعنے لب من نیز چو لبهائے تو بود
آخر چو وجود من نمانده موجود
لبهات چنیں شود لب فرمان وود

(۲۶۵) شب نیست که عقل در تحیر نشود
وز گریه کنار من پُر از دُر نشود
پُر مے نشود کاسهٔ سر از سودا
آں کاسه که سر نگوں بود پُر نشود

(۲۶۶) آنها که محیط فضل و آداب شدند
در کشف دقیقه شمع اصحاب شدند
ره زیں شب تاریک نبردند بروں
گفتند فسانهٔ و در خواب شدند

(۲۶۷) آنها که اسیر عقل و تمیز شدند
در حسرت هست و نیست ناچیز شدند
رو باخبراں تو آب انگور گزیں
کایں بیخبراں بغوره مویز شدند

(۲۶۸) پیرے سرائے بے صوابے دارد
گلنار رخم برنگ و آبے دارد
بام و در چار رکن دیوار وجود
ویران شد و روی در خرابے دارد

(۲۶۹) ایں عقل که در ره سعادت پوید
روزی صد بار خود ترا مے گوید
دریاب تو ایں یکدمهٔ صحبت که نه
آں تره که بدروے و آخر روید

(۲۷۰) تا بوده دلم ز عشق محروم نشد
کم بود ز اسرار که مفهوم نشد
اکنوں که همی بنگرم از روی خرد
معلومم شد که هیچ معلوم نشد

(۲۷۱) تا بروه بصبح در طلب شامے چند
بنهاده بروں ز خویشتن گامے چند
در کسوت خاص آمده از عامے چند
بدنام کنندهٔ نکونامے چند

(۲۷۲) امشب می جام یک منی خواهم کرد
خود را بدو جام مے غنی خواهم کرد
اوّل سه طلاق عقل و دیں خواهم گفت
پس دختر رز را بزنی خواهم کرد

(۲۷۳) تا چند اسیر رنگ و بو خواهی شد
چند از پی هر زشت و نکو خواهی شد
گر چشمهٔ زمزمی و اگر آب حیات
آخر بدل خاک فرو خواهی شد

(۲۷۴) آں کاسه گرے که کاسهٔ سر وا کرد
در کاسه گری صنعت خود پیدا کرد
بر خوان وجود ما کنوں کاسه نهاد
وان کاسهٔ سرنگوں ترا رسوا کرد

اجرام که ساکنان این ایوانند
اسباب تردد خردمندانند
هان تا سر رشتهٔ خرد گم نکنی
کانان که مدبرانند سرگردانند (۲۷۵)

هر صبح که روی لاله شبنم گیرد
بالای بنفشه در چمن خم گیرد
زانصاف مرا ز غنچه خوش می آید
کو دامن خویشتن فراهم گیرد (۲۷۶)

وقتیست که از سبزه جهان آرایند
موسی صفتان ز شاخ کف بنمایند
عیسی نفسان ز خاک بیرون آیند
در چشم سحاب دیدها بگشایند (۲۷۷)

در دهر هر آنکه نیم نانے دارد
وز بهر نشست آشیانے دارد
نے خادم کس نه مخدوم کسے
گو شاد بزی که خوش جهانے دارد (۲۷۸)

گردون ز زمین هیچ گلے بر نارد
کش نشکند و باز بگل نسپارد
گر ابر چو آب و خاک را بردارد
تا حشر همه خون عزیزان بارد (۲۷۹)

زان سر بگلے که پیر دهقان دارد
پرکن که دلم میل فراوان دارد
از سر گل آرزو بدرکن که جهان
در زیر گل آرزو فراوان دارد (۲۸۰)

روزی که جزای هر صفت خواهد بود
قدر تو بقدر معرفت خواهد بود
در حسن صفت کوش که در روز جزا
حشر تو بصورت صفت خواهد بود (۲۸۱)

با این دو سه نادان که چنان می دانند
از جهل که دانائے جهان ایشانند
خوش باش که ز خری ایشان بمثل
هر کو نه خراست کافرش می دانند (۲۸۲)

زان پیش که غمهات شبیخون آرند
فرمائے که تا بادهٔ گلگون آرند
تو زر نهٔ اے غافل نادان که ترا
در خاک نهند و باز بیرون آرند (۲۸۳)

چون مرده شوم خاک مرا گم سازند
احوال مرا عبرت مردم سازند
پس خاک وگلم بباده آغشته کنند
وز کالبدم خشت سر خم سازند (۲۸۴)

قومے زگزاف در غرور افتادند
قومے ز پئے حور و قصور افتادند
معلوم شود چو پردها بردارند
کز کوئے تو دور دور دور افتادند (۲۸۵)

توبه نه کند هر که شباتش باشد
از باده که چون آب حیاتش باشد
اندر رمضان اگر کسے توبه کند
بارے زنماز ها نجاتش باشد (۲۸۶)

مے باید خورد و کام دل باید راند | در دل نتواں درخت اندوہ نشاند

ہموارہ کتاب صرف می باید خواند (۲۸۷) پیداست کہ چند در جہاں خواہی ماند

ہرگہ کہ طلوع صبح ازرقی باشد | باید کہ بکف جام مروّق باشد

گویند کہ بہ افواہ کہ مے تلخ بود (۲۸۸) شاید کہ بہر حال کہ مے حق باشد

از بادہ شب اگر خمارم بنود | مے خوردن روز اختیارم نبود

گفتی بکن اختیار می خوردن روز (۲۸۹) در خوردن روز بخت یارم بنود

در دہر چو آوازۂ گل تازہ دہند | فرمائے پیالہ مے باندازہ دہند

از دوزخ و ز بہشت و ز حور و قصور (۲۹۰) فارغ بنشیں کہ آں خوو آوازہ دہند

گویند کہ فردوس بریں خواہد بود | آنجا مئے ناب و حور عین خواہد بود

گر ما مئے و معشوق گزیدیم چہ باک (۲۹۱) چوں عاقبت کار چنیں خواہد بود

امروز کہ توسنِ فلک زین کردند | آرایش مشتری و پرویں کردند

ایں بود نصیب ما ز دیوان قضا (۲۹۲) ما را چہ گنہ قسمتِ ما ایں کردند

آنہا کہ کشندۂ شراب نابند | و آنہا کہ بشب مدام در محرابند

بر خشک یکے نیست ہمہ در آبند (۲۹۳) بیدار یکے است دیگر در خوابند

مے خور کہ سمن بسے سما خواہد شد | خوش زی کہ سہی بسے سہا خواہد شد

بر طرف چمن ز زندگانی بر خور (۲۹۴) زیرا کہ چمن بسے چما خواہد شد

شب نیست کہ آہ من بجوزا نرسد | و ز گریۂ من سیل بدریا نرسد

گفتی کہ بتو بادہ خورم پس فردا (۲۹۵) شاید کہ مرا عمر بفردا نرسد

یاراں چو باتفاق میعاد کنید | خود را بجمال یکدگر شاد کنید

ساقی چو مے مغانہ در کف گیرد (۲۹۶) بیچارہ فلاں را بدعا یاد کنید

روزیست خوش و ہوا نہ گرم است نہ سرد | ابر از رخ گلزار ہمے شوید گرد

بلبل بزباں پہلوی باگل زرد (۲۹۷) فریاد ہمے زند کہ مے باید خورد

عمرت تا کے بخود پرستی گذرد | یا در پے نیستی و ہستی گذرد

می خور کہ چنیں عمر کہ غم در پے ہست (۲۹۸) آں بہ کہ بخواب یا بمستی گذرد

(۲۹۹)
مے خور که تنت بخاک در ذره شود
خاکت پس ازان پیاله و خمره شود
از دوزخ و از بهشت فارغ می باش
غافل بچنین عمر چرا غره شود

(۳۰۰)
عشقے که مجازی بود آبش نبود
چون آتش نیم مرده تابش نبود
عاشق باید که سال و ماه و شب و روز
آرام و قرار و خورد و خوابش نبود

(۳۰۱)
اینرو به بهشت وعده ها با مے کرد
پس در دو جهان حرام می را کی کرد
شخصے ز عرب ناقه و خمرے پے کرد
پیغمبر ما حرام مے بروے کرد

(۳۰۲)
اکنون که ز خوشدلی بجز نام نماند
امروز که در دست بجز جام نماند
دست طرب از ساغر مے باز مگیر
یک همدم پخته جز مے خام نماند

(۳۰۳)
گویند بهشت و حور و کوثر باشد
و آنجا مے ناب و شهد و شکر باشد
یک جام بده زباده ام ای ساقی
نقدے ز هزار نسیه بهتر باشد

(۳۰۴)
آن قوم که در مقام تمکین رفتند
باخر کار جمله مسکین رفتند
مسکین مسکین بمرگ هم مے گفتند
و آن طائفه کاندر ره تمکین رفتند

(۳۰۵)
در راه چنین رو که سلامت نکنند
با خلق چنان زی که قیامت نکنند
در مسجد اگر روی چنان رو که ترا
در پیش نخواهند و امامت نکنند

(۳۰۶)
در راه خرد بجز خرد را مپسند
چون هست رفیق نیک بد را مپسند
خواهی که همه جهان ترا به پسندند
می باش بخوشدلے و خود را مپسند

(۳۰۷)
خواهی که ترا رتبت اسرار رسد
مپسند که کس را ز تو آزار رسد
از مرگ میندیش و غم رزق مخور
کین هر دو بوقت خویش ناچار رسد

(۳۰۸)
در چرخ بانواع سخنها گفتند
این بے خبران گوهر دانش سفتند
واقف چو نگشتند باسرار فلک
اول زنخے زدند و آخر خفتند

(۳۰۹)
این خلق همه خران با افسوسند
پر مشغله و میان تهی چون کوسند
خواهی که کف پائے ترا می بوسند
خوش نام بزی که بندهٔ ناموسند

(۳۱۰)
مے نوش که تا غم نهادت برود
شغل دو جهان جمله زیادت برود
رو آتش نزگزین که این آبحیات
انگه که شوے خاک زیادت برود

می خور که ز تو قلت و کثرت ببرد — واندیشهٔ هفتاد و دو ملت ببرد

(۳۱۱) پرهیز مکن ز کیمیائے که ازو — یک جرعهٔ مے ہزار علت ببرد
چوں شاہد روح خانه پرداز شود — ہر چیز باصل خویش باز شود

(۳۱۲) ایں سازه وجود را بپیشهٔ طبع — از زخمهٔ روزگار بے ساز شود
گویند که آں کساں که با پرہیزند — زاں ساں که بمیرند بداں ساں خیزند

(۳۱۳) ما با مے و معشوق ازانیم مقیم — تا بو که بحشر آں چناں انگیزند
ایں ہمنفساں مرا بمے قوت کنند — ویں چہرهٔ کہربا چو یاقوت کنند

(۳۱۴) چوں فوت شوم بمے بشوئید مرا — وز چوب رزم تخته تابوت کنند
اندیشهٔ جرمم چو بخاطر گذرد — از آتش سینه ام از سر گذرد

(۳۱۵) لیکن شرطیست بنده چوں توبه کند — مخدوم بلطف از سر آں درگذرد
یک جام ہزار مرد بادیں ارزد — یک جرعهٔ مے بمملکت چیں ارزد

(۳۱۶) در روئے زمیں چیست ز باده خوشتر — تلخی که ہزار جان شیریں ارزد
چوں عشق ازل بود مرا انشا کرد — برمن ز نخست درس عشق املا کرد

(۳۱۷) وانگاه قراضهٔ زر قلب مرا — مفتاح خزائن در معنے کرد
در میکده جز بمے وضو نتواں کرد — واں نام که زشت شد نکو نتواں کرد

(۳۱۸) خوش باش که ایں پردهٔ مستوری ما — بدریده چناں شده که رفو نتواں کرد
آنہا که اساس کار بر زرق نہند — آیند میان جان و تن فرق نہند

(۳۱۹) بر فرق نہم سبوی مے من پس ازیں — که ہمچو خروس اره بر فرق نہند
عید آمد و کارہا نکو خواہد کرد — ساقی مے ناب در سبو خواہد کرد

(۳۲۰) افسار نماز و پوزبند روزه — عید از سر ایں خراں فرو خواہد کرد
بگذار که غصه در حصارت گیرد — و اندوه محال روزگارت گیرد

(۳۲۱) مے خور بکنار سبزه و آب رواں — زاں پیش که خاک در کنارت گیرد
گویند بحشر گفتگو خواہد بود — واں یار عزیز تند خو خواہد بود

(۳۲۲) از حشر مگر بجز نکوئے ناید — خوش باش که عاقبت نکو خواہد بود

خوش باش که ماه نو عید خواهد شد نی کار کسی بکار او خواهد شد

ای ساقی اگر باده دهی ور نه دهی (۳۲۳) میدان که سر جمله فرو خواهد شد

در وقت اجل چو کارم آماده کنند در بستر خاکم ز نخ ساده کنند

در خاک لحد چو خشت خواهند نهاد (۳۲۴) زنهار که آب و گلش از باده کنند

گر یک نفست ز زندگانی گذرد مگذار که جز بشادمانی گذرد

زنهار که سرمایهٔ این ملک جهان (۳۲۵) عمر است چنان کش گذرانی گذرد

وا دوم با امید روزگاری بر باد با بود ز روزگار خود روزی شاد

زان می ترسم که روزگارم ندهد (۳۲۶) چندانکه ز روزگار بستانم داد

یک روز فلک کار مرا ساز نکرد هرگز سوی من دمی خوش آواز نکرد

یکدم نفسی از سر شادی نزدم (۳۲۷) کان روز که صد در غمم باز نکرد

می باید بود و می باید بود سر تا قدم درد می باید بود

دایم سبقی ز عشق می باید خواند (۳۲۸) در کوچهٔ دوست گرد می باید بود

مسکین تن من که در غمی فرسود آوازه ز خانمان نمیدارد سود

عمرم بگذشت و یکزمان شاد نبود (۳۲۹) تا عاقبتم اجل کجا خواهد بود

آورد باضطرابم اول بوجود جز حیرتم از حیات چیزی نفزود

رفتیم باکراه و ندانیم چه بود (۳۳۰) زین آمدن و بودن و رفتن مقصود

آنها که بفکر و سعی سفتند در ذات خداوند سخنها گفتند

در رشتهٔ اسرار ندانست کسی (۳۳۱) اول زنخی زدند و آخر خفتند

آنها که خلاصهٔ جهان انسانند بر اوج فلک براق همت رانند

در معرفت ذات تو مانند فلک (۳۳۲) سرگشته و سرنگون و سرگردانند

از می طرب و نشاط دری خیزد در جمع کتب خشکی و سردی خیزد

رو باده بخور که سرخروئی خیزد (۳۳۳) از خوردن سبزه روی زردی خیزد

بیمارم و تب در استخوانم دارد با خوردن می قصد بجانم دارد

وین طرفه نگر که هر چه غم بیماری (۳۳۴) جز باده خورم همه زیانم دارد

بر روی نکوی و لب جوی و لب و درد — تا بتوانم عیش و طرب خواهم کرد
(۳۳۵) تا بوده ام و باشم و خواهم بودن — می خورده ام و میخورم و خواهم خورد

خوش باش که غصه بیکران خواهد بود — بر چرخ قرانِ اختران خواهد بود
(۳۳۶) خشتی که ز قالبِ تو خواهند زدن — ایوان و سرائے دیگران خواهد بود

ماهِ رمضان چنانکه امسال آمد — بر پائے خرد بندگران حال آمد
(۳۳۷) اے بار خدائے خلق را غافل ساز — چندانکه گمان کنند شوال آمد

این چرخ اکابر که مناصب دارند — از غصه و غم ز جان خود بیزارند
(۳۳۸) وانکس که اسیر حرص چون ایشان نیست — این طرفه که آدمیش می نشمارند

افسوس که نامهٔ جوانی طے شد — وین تازه بهار شادمانی طے شد
(۳۳۹) وان مرغ طرب که نام او بود شباب — فریاد که کے آمد و ندانم کے شد

می خوار اگر غنی بود عور شود — وز عربده اش جهان پُر از شور شود
(۳۴۰) در حقهٔ لعل از آن زمرد ریزم — تا دیده افعی غمم کور شود

هر لذت و راحتے که خلاق نهاد — از بحر مجردان آفاق نهاد
(۳۴۱) هر کس ز طلاق منقلب گشت بجفت — آسایش خود بهر دو بر طاق نهاد

فردا الم فراق طے خواهد شد — با طالع سعد قصد مے خواهد شد
(۳۴۲) معشوقه موافق ست و ایام بکام — اکنون نکنم نشاط کے خواهد شد

موجود حقیقی بجز انسان نبود — بر فهم کسے این سخن آسان نبود
(۳۴۳) یک جرعه ازین شراب عینی می کش — تا خلق خدا پیش تو یکسان نبود

چون نیست درین زمانه سودی ز خرد — جز بیخرد از زمانه بر مے نخورد
(۳۴۴) پیش آر از آنکه او خرد را ببرد — تا بو که زمانه سوئے ما بر نگرد

پیوسته خرابات ز رندان خوش باد — در دامن زهد زاهدان آتش باد
(۳۴۵) آن دلق بصد پاره و آن صوف کبود — افگنده بزیر پای دردی کش باد

در دهر کسے بگلعذارے نرسید — تا بر دلش از زمانه خارے نرسید
(۳۴۶) در شانه نگر که تا بصد شاخ نشد — دستش بسر زلف نگاری نرسید

در سر هوس بتان چون حورم باد بر دست همیشه آب انگورم باد
گویند کسان مرا خدا توبه دهاد ۳۴۵ او خود ندهد من نکنم دورم باد

از آب عدم تخم مرا کاشته اند از آتش غم روح من افراخته اند
سرگشته چو باد میدوم گرد جهان (۳۴۸) تا خاک من از چه جائی برداشته اند

قومی که بخواب مرگ سر باز نهند تا حشر ز قال و قیل خود باز رهند
تا کے گوئی خبر کسے باز نداد (۳۴۹) وز بیخبرے از چه خبر باز دهند

ماه رمضان برفت شوال آمد هنگام نشاط و عیش و قوال آمد
اُمید که آنکه خیکها اندر دوش (۳۵۰) گویند که پشت پشت حمال آمد

توبه مکن از مے اگرت مے باشد صد تائب بادغات و سپے باشد
گل جامه دران و بلبلان نعره زنان (۳۵۱) در وقت چنین توبه روا کے باشد

تا یار شراب جان فزایم ندهد صد بوسه فلک بر سر و پایم ندهد
گویند که توبه کن اگر وقت آید (۳۵۲) چون توبه کنم اگر خدایم ندهد

کس را پس پردهٔ قضا راه نشد وز سرّ خدا هیچ کس آگاه نشد
هر کس ز قیاس خویش چیزے گفتند (۳۵۳) معلوم نگشت و قصّه کوتاه نشد

یک نان بدو روز گر شود حاصل مرد ور کوزه شکسته مے آبے سرد
مامور کسے دگر چرا باید بود (۳۵۴) تا خدمت چون خودی چرا باید کرد

چندان مرو این ره که دوئی برخیزد گر نیست دوئی ز رهروی برخیزد
تو او نشوی ولیک گر جهد کنی (۳۵۵) جائے برسی کز تو توئی برخیزد

با مے بکنار جوے باید بود از غصه کنار جوی مے باید بود
این نزهت عمر ما چو گل ده روز است (۳۵۶) خندان لب و تازه روی می باید بود

طبعم همه با روی چو گل می خندد دستم همه با ساغر و مل پیوندد
از هر جزوے نصیب خود بردارم (۳۵۷) زان پیش که جزوها بگل پیوندد

تا زهره و مه در آسمان پدید بهتر ز مے لعل کسے هیچ ندید
من در عجبم که می فروشان کالیشان (۳۵۸) به زانکه فروشند چه خواهند خرید

(۳۵۹)
چیزی که بقدر سر و رو می سازد — پیوسته همه کار عدو می سازد
گویند قرابه گر مسلمان نبود — آن را تو بگو که کدو می سازد

(۳۶۰)
گویند که ماه روزه نزدیک رسید — من بعد بگرد باده نتوان گردید
در آخر شعبان بخورم چندان می — کاندر رمضان مست بخسپم تا عید

(۳۶۱)
گر یار من اند ترک طاعات کنند — غمهائے مرا بسے مکافات کنند
چون در گذرم ز خاک من خشت کنند — در رخنهٔ دیوار خرابات کنند

(۳۶۲)
آنها که جهان زیر قدم فرسودند — واندر طلبش هر دو جهان پیمودند
آگاه نمی شوم که ایشان هرگز — زین حال چنانکه هست آگه بودند

(۳۶۳)
آن خاک مرا بقالب آمیخته اند — بس فتنه که از خاک برانگیخته اند
من بهتر ازین نمی توانم بودن — کز بوته مرا چنین برون ریخته اند

(۳۶۴)
من می خورم و هر که چو من اهل بود — می خوردن من بنزد او سهل بود
می خوردن من حق ز ازل میدانست — گر می نخورم علم خدا جهل بود

(۳۶۵)
گر مشکل اسرار ازل را نگشاد — کس یک قدم از نهاد بیرون ننهاد
من می نگرم ز مبتدی تا استاد — عجز است بدست هر که از مادر زاد

(۳۶۶)
از خنجر عمر پاک می باید شد — در دست اجل هلاک می باید شد
ای ساقی مه لقا تو خوش خوش ما را — آبے بده که خاک می باید شد

(۳۶۷)
سودازده را باده پر و بال بود — می بر رخ خاتون خرد خال بود
ماه رمضان باده نخوردیم و گذشت — بارے شب عید از مه شوال بود

(۳۶۸)
بدخواه کسان هیچ بمقصد نرسد — یک بد نکند تا بخودش صد نرسد
من نیک تو خواهم تو خواهی بد من — تو نیک نه بینی و بمن بد نرسد

(۳۶۹)
سودی تو ندیدی تو هم چه کردی که خورند — دانش چه خری که از تو دانش نخرند
سالے بیکبار آب جویت ندهند — روزے صد بار آبرویت ببرند

(۳۷۰)
خرم دل آن کسے که معروف نشد — در جبه و دراعه و در صوف نشد
سیمرغ صفت بعرش پروازی کرد — در کنج خرابهٔ جهان بوم نشد

افسوس که سرمایه ز کف بیرون شد
ور دست اجل بسی جگرها خون شد
کس نامد از آن جهان که پرسم از وی
(۳۷۱) کاحوال مسافران عالم چون شد

فردا که نصیب نیک بختان بخشند
قسمی بمن رند پریشان بخشند
گر نیک آیم مرا از ایشان شمرند
(۳۷۲) ور بد باشم مرا بدیشان بخشند

آنها که بکار عقل در می کوشند
افسوس که جمله گاو نر میدوشند
آن به که لباس ابلهی در پوشند
(۳۷۳) کامروز به عقل تره می نفروشند

طبعم به نماز و روزه چون مایل شد
گفتم که مراد کلیم حاصل شد
افسوس که این وضو به بادی بشکست
(۳۷۴) وان روزه به نیم جرعه ای باطل شد

هر جرعه که ساقیش بخاک افشاند
در دیده من ز آتش غم بنشاند
سبحان الله تو باده می پنداری
(۳۷۵) آبیکه ز صد درد دلت برهاند

چون دست بدامان هوس می نرسد
جامی بمراد دل بکس می نرسد
ورده قدحی دو که جام صافی
(۳۷۶) این شیشه فیروزه بکس می نرسد

خطیکه ز روی یار برخاسته شد
تو ظن نبری که حسن او کاسته شد
در باغ رخش بهر تماشاگه جان
(۳۷۷) گل بود و بسبزه نیز آراسته شد

خون از دل افگار برون می آید
وز دیده خونبار برون می آید
گر خون بچکد از مژه ام نیست عجب
۳۷۸ زیرا که گل از خار برون می آید

اندر ره عشق جمله صافان درماند
واندر طلبش جمله چو سگان خر ماند
امروز شب و روز ز فردا این است
(۳۷۹) فردا طلبان در غم فردا درماند

برمن قلم قضا چو بی من رانند
پس نیک و بدش چرا ز من میدانند
دی بی من و امروز چو دی بی من و تو
(۳۸۰) فردا بچه حجتم بداور خوانند

دشمن که مرا همیشه بد می بیند
حقا که نه از روی هنر می بیند
در آینه درون خود می نگرد
(۳۸۱) آن صورت مرده رنگ خود می بیند

نی جامه عمر کهنه نو خواهد شد
نی کار جهان بکام تو خواهد شد
می خور لب جو و کوزه اندوه مخور
(۳۸۲) کین کوزه چو بشکند سبو خواهد شد

با مردم نیک و بد نفسی باید بود　　در بادیه وجود و دو نفسی باید بود
مفتون معاش خود نفسی باید بود　(۳۸۳)　مغرور بفضل خود نفسی باید بود

زلفین تو با مشک ختن بازی کرد　　با لعل لب تو روح دمسازی کرد
بالای ترا بسرو نسبت کردم　(۳۸۴)　زان روز سهی سرو سرافرازی کرد

زان پیش که گوری زمن آگنده شود　　واجزای مرا جسم پراگنده شود
ای باده سراز گور صراحی بردم　(۳۸۵)　باشد که دل مردهٔ من زنده شود

رفتیم ز زمانه آشفته بماند　　با آنکه ز صد گهر یکی سفته نماند
افسوس که صد هزار معنی دقیق　(۳۸۶)　از بیخردی خلق ناگفته نماند

آنان که بکهنه نمدی موصوف اند　　دائم بکفی نیک و دونان موقوف اند
گویند که شبلی و جنیدیم همه　(۳۸۷)　شبلی نه ولی ورکرخی معروف اند

گر باده بکوه در دهی رقص کند　　ناقص بود آنکه باده را نقص کند
از باده مرا تو به چه می‌فرمائی　(۳۸۸)　روحیست که او تربیت شخص کند

یاران موافق همه از دست شدند　　در پای اجل یگان یگان پست شدند
بودند بیک شراب در مجلس عمر　(۳۸۹)　دوری دو سه پیشتر ز ما مست شدند

می خواهم خورد تا که جانم باشد　　گر سود جهان جمله زیانم باشد
ای جان جهان درین جهان خوش بزییم　(۳۹۰)　من کی دانم که آن جهانم باشد

ساقی علم سیاه شب صبح ربود　　برخیز و بده مغانه را درده زود
بکشای رسیم و نرگس خواب آلود　(۳۹۱)　برخیز که خفتنت بسی خواهد بود

سودای ترا بهانه بس باشد　　مستانه ترا ترانهٔ بس باشد
در کشتن ما چرا کشد چشم چو تیغ　(۳۹۲)　مارا سر تازیانهٔ بس باشد

گویند که مرد را هنر می باید　　یا نسبت عالی پدری باید
امروز چنان شده است در نوبت ما　(۳۹۳)　کینها همه هیچ هست زری باید

خوش باش که عالم گذران خواهد بود　　روح از پی تن نعره زنان خواهد بود
این کاسهٔ سرها که تو بینی یک چند　(۳۹۴)　زیر قدم کوزه گران خواهد بود

(۳۹۵) من دامن زهد و توبه طے خواہم کرد / با موی سفید قصد مے خواہم کرد
پیمانهٔ عمر من به هفتاد رسید / اینندم نکنم نشاط کے خواہم کرد

(۳۹۶) همدست من تشنه بجایی نرسید / هم پائے تمنا بمقامی نرسید
واندل که بماندہ بود در ناکامی / هم عاقبت الامر بکامی نرسید

(۳۹۷) غم خوردن بیهوده کجا دارد سود / کین چرخ فلک بسی چو ما کشت و درود
پُر کن قدحے مے بکفم برنه زود / تا نوش کنم که بودنیها همه بود

(۳۹۸) یک جرعهٔ می ملک جهان می ارزد / خشت سر خم هزار جان می ارزد
آن کهنه که لب بے از و پاک کنند / حقا که هزار طیلسان می ارزد

(۳۹۹) آنگه که نهال عمر برکنده شود / و اجزام ز یکدگر پراگنده شود
در زانکه صراحے کنند از گل ما / حالے که پر از باده کنی زنده شود

(۴۰۰) آں قوم که سجاده پرستند خر اند / زیرا که بزیر بار سالوس در اند
وین از همه طرفه تر که در ویدهٔ دهر / اسلام فروشند و ز کافر بتر اند

(۴۰۱) شادی ها کن که آں دہاں خواهد بود / جسم همه در خاک نهاں خواهد بود
تو باده خور و غم جهاں هیچ مخور / خود غم خورد آنکه در جهاں خواهد بود

(۴۰۲) اسرار ازل باده پرستان دانند / قدر مے و جام تنگدستان دانند
گر چشم تو حال من بد اند نه عجب / شک نیست که حال مست مستان دانند

(۴۰۳) پیرانه سرم عشق تو در دام کشید / ورنه ز کجا دست من و جام نبید
آں توبه که عقل داد جاناں بشکست / و آں جامه که صبر دوخت ایام درید

(۴۰۴) با سفلهٔ تند خوی بے عقل و وقار / زنهار مخور باده که رنج آرد بار
بدمستی و شور و عربده اش در شب عیش / دردسر و عذر خواهیش روز شمار

(۴۰۵) چوں نیست ترا خبر آنکه او و داد قرار / چندیں ز پے مراد دل رنجه مدار
هاں تا ننهی بر دل خود چندیں بار / بگذشتن و بگذاشتنت آخر کار

(۴۰۶) خشت سر خم ز مملکت جم بهتر / بوی قدح از غذای مریم بهتر
آه سحری ز سینه خمارے / از ناله بوسعید و ادهم بهتر

افلاک که جز غم نفزایند دگر
ننهند بجا تا نربایند دگر
ناآمدگان اگر بدانند که ما
از دهر چه میکشیم نایند دگر (۴۰۷)

تا چند ازین حیله و زراقی عمر
تا چند مرا درد دهد ساقی عمر
حقا که من از سبزه و وعدهٔ او
چون جرعه بخاک ریزم این باقی عمر (۴۰۸)

از بودن آن دوست چه داری تیمار
در فکرت بیهوده دل و جان افگار
خرم بزی و جهان بشادی گذران
تدبیر نه با تو کرده اند آخر کار (۴۰۹)

از گردش روزگار بهره برگیر
بر تخت طرب نشین و ساغر برگیر
از طاعت و معصیت خدا مستغنی است
باری تو مراد خود ز عالم برگیر (۴۱۰)

وقت سحر است خیز ای طرفه پسر
پر بادهٔ لعل کن بلورین ساغر
کین یکدم عاریت درین کنج فنا
بسیار بجوئی و نیابی دیگر (۴۱۱)

آن لعل در آبگینهٔ ساده بیار
وان محرم و مونس هر آزاده بیار
چون میدانی که عالم آمده خاک
بادیست که زود بگذرد باده بیار (۴۱۲)

اندر جهت غور دهر شراب اولیتر
با سبز خطان بادهٔ ناب اولیتر
عالم همه سر بسر رباطیست خراب
در جای خراب هم خراب اولیتر (۴۱۳)

در دایرهٔ سپهر ناپیدا غور
می نوش بخوشدلی که دورست بجور
نوبت چو بدور تو رسد آه مکن
جامیست که جمله را چشانند بدور (۴۱۴)

چون حاصل آدمی درین جای دو در
جز درد دل و دادن جان نیست دگر
خرم دل آنکه یک نفس زنده نبود
آسوده کسی که خود نزاد از مادر (۴۱۵)

سستی مکن و فریضهٔ حق بگذار
در عهدهٔ آن جهان منم باده بیار
در خون کسی و مال کس قصد مکن
وان لقمه که داری ز کسان باز مدار (۴۱۶)

دی کوزه گری بدیدم اندر بازار
بر تازه گلی لگد همی زد بسیار
وان گل بزبان حال با او میگفت
من همچو تو بوده ام مرا نیکو دار (۴۱۷)

این اهل قبور خاک گشتند و غبار
هر ذره ز هر ذره گرفتند کنار
آه این چه شراب است که تا روز شمار
بیخود شده و بیخبرند از همه کار (۴۱۸)

(۴۱۹)
کار همه عالم بمرادت شده گیر — وین عمر برفته و اجل آمده گیر
گفتی بکام خویش دستی بزنم — خود ناتوانی دگر توانی زده گیر

(۴۲۰)
مردانه در از خویش و پیوند ببر — خود را تو ز بند زن و فرزند ببر
هر چیز که هست سد راهست ترا — پا بند چگونه ره رو بند ببر

(۴۲۱)
از چرخ بکام سر برافراشته گیر — وز عمر تمام بهره برداشته گیر
از گنج و گهر هر چه مراد دل تست — برداشته گیر و باز بگذاشته گیر

(۴۲۲)
گر باده خوری تو با خردمندان خور — یا با صنمی ساده رخی خندان خور
بسیار مخور ورد مکن فاش مساز — اندک خور و گه گاه خور و پنهان خور

(۴۲۳)
ای دل همه اسباب جهان خواسته گیر — وین خانه پر از نعمت و آراسته گیر
خوش باش درین نشیمن کون و فساد — روزی دو سه بنشسته و برخاسته گیر

(۴۲۴)
جانا مے صاف وقت گل خوش میخور — بر یاد بتان نغز و دلکش مے خور
مے خون رزست رز ترا میگوید — خون بر تو حلال کرده ام خوش می خور

(۴۲۵)
عمر تو چه دو صد و چه سی صد چه هزار — زین کهنه سرا برون برندت ناچار
گر باد شهی دگر گدائے بازار — این هر دو بیک نرخ بود آخر کار

(۴۲۶)
ای دل همه اسباب جهان خواسته گیر — باغ طربت بسبزه آراسته گیر
وانگاه بر آن سبزه شبی چون شبنم — بنشسته و بامداد برخاسته گیر

(۴۲۷)
ای دوست غم جهان بیهوده مخور — بیهوده غم جهان فرسوده مخور
چون بود گذشت نیست نابود پدید — خوش باش و غم جهان نابوده مخور

(۴۲۸)
ای خواجه فقیر گر ترا هست خبر — چندین نه در معنی به اهل نظر
البشان همه از صلاح صفش گویند — تو از وهم حیض د از نجاسات دگر

(۴۲۹)
مے خوردن این باده روا نیست لیکن — مستی نتوان خورد بجز شیشه کی وقت دگر
با خود بدان گونه ببایی که ز مستی — تا شام دگر سر نتوان خاست ز بستر

(۴۳۰)
گر گوهر طاعتت نسفتم هرگز — گرد گنه از چهره نرفتم هرگز
با این همه نومید نیم از کرمت — زان رو که یکی را دو نگفتم هرگز

(۴۳۱)
از جملهٔ رفتگان این راه دراز
باز آمده کو که بما گوید راز
زنهار درین سراچه از روی نیاز
چیزی نگذاری که نمی آئی باز

(۴۳۲)
رو برسر افلاک جهان خاک انداز
می میخور و گرد خوبرویان میناز
چه جای عبادتست و چه جای نماز
کز جملهٔ رفتگان یکی نامد باز

(۴۳۳)
این چرخ که با کسی نمی گوید راز
کشته بستم هزار محمود و ایاز
می خور که بکس عمر دوباره ندهند
هر کس که شد از جهان نمی آید باز

(۴۳۴)
یا تو بخرابات اگر گویم راز
به زانکه به محراب کنم بی تو نماز
ای اول و ای آخر خلقان همه تو
خواهی تو مرا بسوز و خواهی بنواز

(۴۳۵)
در کتم عدم خفته بدم گفتی خیز
دارو بجهان و در جهان شور انگیز
واکنون که بفرمان توام حیرانم
القصه چنان دار که کج دار و مریز

(۴۳۶)
بازی بودم پریده از عالم راز
بو تا که برم ره ز نشیبی بفراز
اینجا که نیافتم کسی محرم راز
زان در که در آمدم برون رفتم باز

(۴۳۷)
ای دل چو حقیقت جهان هست مجاز
چندین چه بری خواری ازین رنج و نیاز
تن را بقضا سپار و با وقت بساز
کین رفته قلم ز بهر تو ناید باز

(۴۳۸)
وقت سحر است خیز ای مایهٔ ناز
نرمک نرمک باده خور و چنگ نواز
کانها که بجا اند نپایند دراز
وانها که شدند کس نمی آید باز

(۴۳۹)
مائیم فتاده روز و شب در تگ و تاز
بر خیره نهاده روی در شیب و فراز
نه هیچ ره آورده بجز رنج دگر
نه هیچ بپس افگنده بجز راه دراز

(۴۴۰)
ای مرد هنرمند و نگه تر برخیز
وان کودک خاک بیز را گو برخیز
وانگاه بگویش که بغفلت پی بر
مغز سر کیقباد و چشم پرویز

(۴۴۱)
ما عاشق آشفته و مستیم امروز
در کوی بتان باده پرستیم امروز
از هستی خویشتن بکلی رسته
پیوسته بمحراب الستیم امروز

(۴۴۲)
کردیم دگر شیوهٔ رندی آغاز
تکبیر همی زنیم بر پنج نماز
هر جا که پیاله ایست ما را بینی
گردن چو صراحی سوی او کرده دراز

بوسے که بنوبت بخورد خواب نیاز — گر و نه بهار سندت این چار انباز
(۴۴۳) هر یک بتو انچه داد بستاند باز — تا باز چنان شوی که بودی ز آغاز

معشوق که عمرش چو غم باده دراز — امروز تلطفی بتو کرد آغاز
(۴۴۴) بر چشم من انداخت و می چشم برفت — یعنی که نکوئی کن و در آب انداز

از عمر تو چونکه می تراشد شب و روز — مگذار که بر تو خاک پاشد شب و روز
(۴۴۵) روز و شب خویش ایستادی گذران — ای بس که نباشی تو و باشد شب و روز

بر روے گل از ابر نقاب است هنوز — در طبع دلم میل شراب است هنوز
(۴۴۶) در خواب مرو چه وقت خواب است هنوز — جانا بدے خور که آفتاب است هنوز

با مردم پاک اصل و عاقل آمیز — ور نا اهلان هزار فرسنگ گریز
(۴۴۷) گر زهر دهد ترا خردمند بنوش — در نوش رسد ز دست نا اهل بریز

یارب تو جمال آن مه مهر انگیز — آراسته بسنبل و عنبر بیز
(۴۴۸) پس حکم همے کنی که در وے منگر — این حکم چنان بود که کج دار و مریز

هیچے که از و محال باشد پرهیز — فرموده و امر کرد کز وے بگریز
(۴۴۹) آنگاه میان امر و نهیش عاجز — درمانده جهانیان که کج دار و مریز

ما لعبتگانیم و فلک لعبت باز — از روی حقیقتی و نه از روی مجاز
(۴۵۰) بازیچه همے کنیم بر نطع وجود — رفتیم بصندوق عدم یک یک باز

افسوس ازین سگ بچه پرنگ و تاز — کو در رفتن بیا و بودے همراز
(۴۵۱) از بسکه دلش باستخوان مائل بود — شد عاقبتش نصیب دندان گراز

رفتند ز رفتگان یکے نامد باز — تا با تو بگوید از پس پرده راز
(۴۵۲) کارت ز نیاز مے کشاید نه نماز — بازیچه بود نماز بے صدق و نیاز

لب بر لب کوزه بردم از غایت آز — تا زو طلبم واسطه عمر دراز
(۴۵۳) با من بزبان حال می گفت این راز — عمرے چو تو بوده ام دمی با من ساز

ای بر همه سروران عالم فیروز — دانی که چه وقت می بود روح افروز
(۴۵۴) یکشنبه و دوشنبه و سه شنبه و چار — پنجشنبه و آدینه و شنبه شب و روز

(۴۵۵)
می پرسیدی که چیست این نقش مجاز
گر برگویم حقیقتش هست دراز
نقشی ست پدید آمده از دریائی
وانگاه شده بقعر آن دریا باز

(۴۵۶)
ای واقف اسرار ضمیر همه کس
در حالت عجز دستگیر همه کس
یارب تو مرا توبه ده و عذر پذیر
ای توبه ده و عذر پذیر همه کس

(۴۵۷)
آغاز دوران گشتن این دیر اساس
وانجام خرابی چنین نیک اساس
وابسته نمی شود بمعیار عقول
سنجیده نمی شود بمقیاس قیاس

(۴۵۸)
از حادثهٔ زمانهٔ آینده مپرس
وز هر چه رسد چو نیست پاینده مپرس
این یکدمه نقد را غنیمت میدان
از رفته میندیش وز آینده مپرس

(۴۵۹)
ای چرخ خسیس خس دون پرور خس
هرگز نشدی تو بر مراد دل کس
چرخا فلکا ترا همین عادت بس
ناکس تو کسی کنی و کس را ناکس

(۴۶۰)
مرغی دیدم نشسته بر بارهٔ طوس
در پیش نهاده کلهٔ کیکاوس
با کله همی گفت که افسوس افسوس
کو بانگ جرسها و کجا نالهٔ کوس

(۴۶۱)
خیام اگر باده پرستی خوش باش
با ساده رخی اگر نشستی خوش باش
چون عاقبت کار جهان نیستی است
انگار که نیستی چو هستی خوش باش

(۴۶۲)
تا چند کشم غصهٔ ناوانی خویش
بگرفت دلم از پریشانی خویش
زنار مغان که بر میان خواهم بست
دانی ز چه از ننگ مسلمانی خویش

(۴۶۳)
جامی است که عقل آفرین می زندش
صد بوسه ز مهر بر جبین می زندش
این کوزه گر دهر اگر جام لطیف
میسازد و باز بر زمین میزندش

(۴۶۴)
از نامدها زرد مکن چهرهٔ خویش
در آمدها آب مکن زهرهٔ خویش
بردار ز دنیای دنی بهرهٔ خویش
زان پیش که دهر برکشد دهرهٔ خویش

(۴۶۵)
با روی نکو شراب عشق درکش
با دوست دل از جفای دشمن درکش
با ساده رخی نشین و بگذر از خویش
پیراهن کبر و هستی از تن درکش

(۴۶۶)
بگذار ز دل وسوسهٔ عقل معاش
از هستی خویشتن ببر چون اوباش
در بزم قلندران معنی بنشین
آزاده شو و شراب نوش و خوش باش

(۴۶۷)
ای دل مطلب ز دیگران مرهم خویش — خوش باش بهر درد دل مرهم خویش
تنها بنشین و خویشتن خور غم خویش — از همدست آرزو کند همدم خویش

(۴۶۸)
می گرچه حرامست مدامش می نوش — با نغمه و چنگ صبح و شامش می نوش
جامی ز مئی لعل گرت دست دهد — یک قطره رها مکن تمامش می نوش

(۴۶۹)
سرمست ز میخانه گذر کردم دوش — پیری دیدم مست و سبوی بر دوش
گفتم ز خدا شرم نداری ای پیر — گفتا کرم از خداست می نوش خموش

(۴۷۰)
ایام شباب رفت و خیل حشمش — تلخ است مرا عیش ولی می چشمش
این قامت همچو تیر من گشته کمان — زه کرده ام از عصا و خوش می کشمش

(۴۷۱)
آن می که خضر خجسته دارد پاسش — از آب حیات است نعم البأسش
من قوت دل و قوت روحش خوانم — چون گفت خدا منافع للناسش

(۴۷۲)
بگرفت مرا عشق بکاری خوش خوش — گفتا چو من آدم تو پا بیرون کش
القصه چنان سوخت دلم از غم او — کاتش همه هیزم شده هیزم آتش

(۴۷۳)
ای چرخ مرا کش به بد مستی خویش — بشناس بلندی من و پستی خویش
من خوردم غم خویش و تهی دستی خویش — پیوسته ملول باشم از هستی خویش

(۴۷۴)
غم چند خوری بکار نا آمده پیش — رنج است نصیب مردم دور اندیش
خوش باش و جهان تنگ مکن بر دل خویش — کز خوردن غم قضا نگردد کم و بیش

(۴۷۵)
پندی دهمت اگر بمن داری گوش — از بهر خدا جامه تزویر مپوش
عقبی همه ساعتست و دنیا یک دم — از بهر دمی ملک ابد را مفروش

(۴۷۶)
یک یک هنرم ببین و گنه ده بخش — هر جرم که رفت حسبةً لله بخش
از باد هوا آتش کین مفروز — بار ابهر خاک رسول الله بخش

(۴۷۷)
در کارگه کوزه گری بودم دوش — دیدم دو هزار کوزه گویا و خموش
هر یک بزبان حال با من گفتند — کو کوزه گر و کوزه خر و کوزه فروش

(۴۷۸)
تا دیگ بقای من بود اندر جوش — در کاسه خوشدلی کنم درد می نوش
ای کوزه گر از گلم اگر کوزه کنی — وان کوزه بجز بمی فروشان مفروش

آں مے کہ حیات جاودانیست بنوش / سرمایۂ لذت جوانیست بنوش
سوزندہ چو آتش است لیکن غم او / سازندہ چو آب زندگانیست بنوش (۴۷۹)

مے در قدح انصاف کہ جا میست لطیف / مدکالبد شیشہ روانیست لطیف
لائق نبود ہیچ گراں ہمدم من / جز ساغر و بادہ کاں گرانیست لطیف (۴۸۰)

خیام زمانہ از کسے دارد ننگ / کو در غم ایام نشیند دل تنگ
مے خور تو در آبگینہ با نالہ و چنگ / زاں پیش کہ آبگینہ آید بر سنگ (۴۸۱)

ہاں صبح دمید و دامن شب شد چاک / برخیز و صبوح کن چرائی غمناک
مے نوش ہلا کہ صبح بسیار دمد / او روے بما کردہ و ما روی بخاک (۴۸۲)

روئے کہ منزہ است و آلایش پاک / مہمان نو آمدہ است در عالم خاک
مے دہ تو بہ بادۂ صبوحی ہمدوش / زاں پیش کہ گوید انعم اللہ مساک (۴۸۳)

پس پیرہن عمر کہ ہر شب افلاک / بر دوختہ و کرد گریبانش چاک
ہر روز بسے زمانہ شاد و غمناک / از آب بہ آورد و فرو برد بخاک (۴۸۴)

گر صلح سیابم ز فلک جنگ اینک / در نام نکو نیا شدم ننگ اینک
جام مے لعل ارغواں رنگ اینک / آں کس کہ نمی خورد سر و سنگ اینک (۴۸۵)

ای چرخ فلک نہ ناں شناسی نہ نمک / پیوستہ مرا برہنہ سازی چو سمک
از چرخ زنی دو شخص پوشیدہ شوند / پس چرخ زنی بہ از توای چرخ فلک (۴۸۶)

تا کے ز جفا ہائے توای چرخ فلک / از بہر خدا جور مکن آہستہ ترک
من سوختہ ام تمام و ہر لحظہ تو نیز / بر سوختہ مے پہ آگنی سودہ نمک (۴۸۷)

از آتش آخرت نمی داری باک / در آب ندامت نشدی ہرگز پاک
چوں باد اجل چراغ عمرت بکشد / ترسم کہ ترا ز ننگ نپذیرد خاک (۴۸۸)

گر گل نبود نصیب ما خار اینک / ور نور بما نمے رسد نار اینک
در خرقہ و خانقاہ و شیخی نبود / ناقوس و کلیسا و زنار اینک (۴۸۹)

چند از غم و غصہ جہاں فالا فال / برخیز و بشادی گذراں حالا حال
از سبزہ چو شد گو زمیں مالا میل / در کش مئے لال از قدح مالا مال (۴۹۰)

بگذار دلا وسوسهٔ فکر محال — درکش قدح بادہ رہگذر ز ملال
آزاد شو و مجرّد و بادہ پرست (۴۹۱) تا مرد شوی رسی بسر حدّ کمال

این صورت کون جملہ نقشی است خیال — عارف نبود ہر کہ نداند این حال
بنشین قدح بادہ بنوش و خوش باش (۴۹۲) فارغ شو ازین نقش و خیالات محال

چون باد بزلف او رسیدن مشکل — وز اسپ غمش عنان کشیدن مشکل
گفتند بدیدہ روی او نتوان دید (۴۹۳) گر دیدۂ ماست دیدہ دیدن مشکل

می خور کہ نہ علم دست گیرد نہ عمل — الاکرم و رحمت حق عزّ و جل
آن طائفہ کہ از خمری می نخورند (۴۹۴) از جملۂ اَنعام شمار ای احول

با سرو قدی تازہ تر از خرمن گل — از دست مدہ جام می و دامن گل
زان پیش کہ ناگہ شود از گرگ اجل (۴۹۵) پیراہن عمر تو چو پیراہن گل

تا کی زاہد حدیث رای مرا ازل — بگذشت زاندازۂ من علم و عمل
می خور کہ شراب ناب رائیست بدل (۴۹۶) ہر مشکل را شراب گرداند حل

می بر کف من نہ و برآور غلغل — بالنغرۂ عندلیب و صوت بلبل
بی نغمہ اگر روا بُدی می خوردن (۴۹۷) می در سر شیشہ ہا نکردی قلقل

از جرم حضیض خاک تا اوج زحل — کردم ہمہ مشکلات گردون را حل
بیرون جستم ز بند ہر مکر و حیل (۴۹۸) ہر بند کشادہ شد مگر بند اجل

اسرار حقیقت نشود حل بسوال — نہ نیز بدر باختن نعمت و مال
تا جان نکنی خون نخوری پنجہ سال (۴۹۹) از قال ترا رہ ننماید بحال

ای دل مشنو نصیحت اہل حیل — کز بادۂ ناب عقل و دین راست خلل
گر راحت جان و قوت روحت باید (۵۰۰) می نوش بہ بوستان بگل بانگ غزل

در سر مگذار ہیچ سودای محال — می خور ہمہ سالہ ساغر مالا مال
با دختر رز نشین و عیشی می کن (۵۰۱) دختر بحلال بہ کہ مادر بحلال

کس خلد و جحیم را ندیدست ایدل — گو کس کہ ازان جہان رسیدست ایدل
امید و ہراس ما بچیزیست کزان (۵۰۲) جز نام و نشانی نہ پدیدست ایدل

تا کی ز جهان ہر کسی تنگ کشیم — وز ناکس روزگار نیرنگ کشیم
خوش باش که ایام تراویح گذشت (۵۰۳) عید است بیا تا می گلرنگ کشیم

ایزد چو نخواست آنچه من خواسته ام — کی گردد راست آنچه من خواسته ام
گر هست صواب آنچه او خواسته است (۵۰۴) پس جمله خطا ست آنچه من خواسته ام

از خالق کردگار واز رب رحیم — نومید مشو بجرم و عصیان عظیم
گر مست و خراب مرده باشی امروز (۵۰۵) فردا بخشد بر استخوانهای رمیم

گر من گنه روی زمین کرده ستم — عفو تو امید است که گیرد دستم
گفتی که بروز عجز دستت گیرم (۵۰۶) عاجز تر ازین مخواه که اکنون هستم

من گر ورق عمر نخم در شکنم — این خنده می در دل شاغر شکنم
برخیز و پیاله را زمی پر گردان (۵۰۷) باشد که غم جهان بهم در شکنم

در راه تو تا اسپ طرب تاخته ایم — با عیش و طرب دمی نه پرداخته ایم
قصه چه کنم که باب لشناخته ایم (۵۰۸) در منزل درد آشیان ساخته ایم

از آب و گلم سرشته من چه کنم — چون پشم قصب تو رشته من چه کنم
هر نیک و بدی که از من آید بوجود (۵۰۹) تو بر سر من نوشته من چه کنم

بالمفس همیشه در نبردم چه کنم — وز کرده خویشتن به دردم چه کنم
گیرم که ز من درگذرانی به کرم (۵۱۰) زین شرم که دیدی که چه کردم چه کنم

جانا من و تو نمونهٔ پرکاریم — سر گرچه دو کرده ایم یکتن داریم
بر نقطه روانیم کنون دائره وار (۵۱۱) تا آخر کار سر بهم باز آریم

این چرخ فلک که ما درو حیرانیم — فانوس خیال ازو مثالی دانیم
خورشید چراغدان و عالم فانوس (۵۱۲) ما چون صوریم کاندرو حیرانیم

شد دعوی دوستی درین دیر حرام — الفت ز که می رود کجا دوست کدام
دامن ز همه کشیدن اولی باشد (۵۱۳) از دور بهر یکی سلام است و کلام

گویند مرا که می پرستم هستم — گویند مرا عارف و مستم هستم
در ظاهر من نگاه بسیار مکن (۵۱۴) کاندر باطن چنانکه هستم هستم

برخود درِ کام و آرزو بربستم / وزمنّتِ هرناکس وکس وارستم
گر صوفیِ مسجدم وگر راهبِ دیر / من دانم و او چنانکه هستم هستم (۵۱۵)
تا ظن نبری که من بخود موجودم / یا این ره خونخوار بخود پیمودم
چون بود حقیقت مرا از وی بود / من خود که بدم کجا بدم کی بودم (۵۱۶)
بی باده نبوده ام دمی تا هستم / امشب شب قدر است و من امشب مستم
لب برلب جام و سینه برسینهٔ خم / تا روز بگردن صراحی دستم (۵۱۷)
گفتم که دگر باده گلگون نخورم / می خون رز است و من دگر خون نخورم
پیر خردم گفت بجدّ میگوئی / گفتم که مزاح می کنم چون نخورم (۵۱۸)
مقصود ز جمله آفرینش مائیم / در چشم خرد جوهر بینش مائیم
این دائره جهان چو انگشتری است / بی هیچ شکی نقش نگینش مائیم (۵۱۹)
با دست باتفاق در هم نزنیم / پائی ز نشاط برسر غم نزنیم
خیزیم و دمی زنیم پیش از دم صبح / کین صبح بسی دمد که ما دم نزنیم (۵۲۰)
در عشق ز صد گونه ملامت بکشم / در بشکنم این عهد غرامت بکشم
گر عمر وفا کند جفاهای ترا / باری کم از آنکه تا قیامت بکشم (۵۲۱)
هرگز بطرب شربت آبی نخورم / تا از کف اندوه شرابی نخورم
تا نی زنم برنمک هیچ کسی / تا از جگر خویش کبابی نخورم (۵۲۲)
امروز که نیست در شراب تا کم / زهری بود از زهر دهد تریاکم
زهرست غم جهان و تریاکش می / تریاک خورم ز زهر نبود باکم (۵۲۳)
فرزین صفتا که مست غمهات شدم / وز اسپ پیاده جفاهات شدم
از بازی فیل و شاه چون در ماندم / رخ بر رخ او نهاده و مات شدم (۵۲۴)
میلم بشراب ناب باشد دائم / گوشم بنی و رباب باشد دائم
گر خاک مرا کوزه گران کوزه کنند / آن کوزه پر از شراب باشد دائم (۵۲۵)
ای چرخ ز گردش تو خرسند نیم / آزادکنم که لایق بند نیم
گر میل تو با بی خرد و نااهل است / من نیز جهان اهل و خردمند نیم (۵۲۶)

سر حلقهٔ رندان خرابات منم — افتاده بمعصیت ز طاعات منعم
(۵۲۷) آنکس که شب و روز از بادهٔ ناب — وز خون جگر کند مناجات منم

من بی می ناب زیستن نتوانم — بی جام کشیدن بار تن نتوانم
(۵۲۸) من بندهٔ آن دمم که ساقی گوید — یک جام دگر بگیر و من نتوانم

دنیا چو فناست من بجز فن نکنم — جز یاد نشاط و می روشن نکنم
(۵۲۹) گویند خدا ترا ز می توبه دهاد — او خود ندهد وگر دهد من نکنم

من ظاهر نیستی و هستی دانم — من باطن هر فراز و پستی دانم
(۵۳۰) با این همه از دانش خود بیزارم — گر مرتبهٔ ورای مستی دانم

دیگر غم این گردش گردون نخوریم — جز بادهٔ صاف و می گلگون نخوریم
(۵۳۱) می خون جهانست و جهان خونی ما — ما خون دل خونی خود چون نخوریم

ما کرده ز بیخودی طربناک شدیم — وز پایهٔ دون بر سر افلاک شدیم
(۵۳۲) آخر همه ز آلایش تن پاک شدیم — از خاک بر آمدیم و بر خاک شدیم

ای مفتی شهر از تو پر کارتریم — با این همه مستی از تو هشیارتریم
(۵۳۳) تو خون کسان خوری و ما خون رزان — انصاف بده کدام خونخوارتریم

یکدست بمصحفیم و یکدست بجام — گه مرد حلالیم و گهی مرد حرام
(۵۳۴) ماییم درین گنبد فیروزهٔ خام — نی کافر مطلق نه مسلمان تمام

من باده خورم ولیک مستی نکنم — الا بقدح دراز دستی نکنم
(۵۳۵) دانی غرضم ز می پرستی چه بود — تا همچو تو خویشتن پرستی نکنم

در جستن جام جم جهان پیمودیم — روزی ننشستیم و شبی نغنودیم
(۵۳۶) ز استاد چو وصف جام جم بشنودیم — خود جام جهان نمای جم می بودیم

افسوس که بیفائده فرسوده شدیم — وز داس سپهر سرنگون سوده شدیم
(۵۳۷) دردا و ندامتا که تا چشم زدیم — نابوده بکام خویش نابوده شدیم

با خرقهٔ زهد در سر خم کردیم — در خاک خرابات تیمم کردیم
(۵۳۸) باشد که درون میکده دریابیم — عمری که درون مدرسه گم کردیم

در مسجد اگر بهر نیاز آمده ام
والله که نه از بهر نماز آمده ام
یک روز اینجا سجاده دزدیده ام (۵۳۹)
آں گم شده است ازاں باز آمده ام

من در رمضان روزه اگر می خوردم
تا ظن نبری که بے خبر مے خوردم
از محنت روزه روز من چوں شب بود (۵۴۰)
پنداشته بودم که سحر مے خوردم

زینگونه که من کار جہاں مے بینم
عالم ہمہ رائگاں براں مے بینم
سبحان الله ہر چہ دری نگرم (۵۴۱)
ناکامے خویشتن دراں مے بینم

در دائرۂ وجود دیر آمده ایم
در پایه مردمی بزیر آمده ایم
چوں عمر نه بر مراد ما می گذرد (۵۴۲)
ای کاش سرآمدی که سیر آمده ایم

ما افسر خان و تاج کے بفروشیم
دستار و قصب ببانگ نے بفروشیم
تسبیح که پیک لشکر تزویر است (۵۴۳)
ناگاه بیک جرعۂ مے بفروشیم

چوں نیست مقام ما دریں دیر مقیم
پس بے مے و معشوق عذابیست الیم
تا کے ز قدیم و محدث ای مرد سلیم (۵۴۴)
چوں من رفتم جہاں چہ محدث چہ قدیم

پاک از عدم آمدیم و ناپاک شدیم
آسوده در آمدیم و غمناک شدیم
بودیم ز آب دیده در آتش دل (۵۴۵)
دادیم بباد عمر و در خاک شدیم

در پائے اجل چو من سر افگنده شوم
از بیخ امید عمر بر کنده شوم
زنهار گلم بجز صراحی نکنند (۵۴۶)
باشد که ز باده تر شوو زنده شوم

جانم ز دریغ وے بدرد است مقیم
بیچاره دل از نهیب فردا بدونیم
یکبارگی ایں عمر من ای دُرِّ یتیم (۵۴۷)
رفته همه حسرت است یا اندوه و بیم

چوں آتش اگر بر آسماں بر گذریم
و از آب رواں اگر چه پاکیزه تریم
در خاک شویم از انکه خاکے بودیم (۵۴۸)
با دست جہاں باده بده تا نخوریم

یارب اگر گناه بیحد کردم
بر جان و جوانی و تن خود کردم
چو بر کرمت وثوق کلے دارم (۵۴۹)
برگشتم و توبه کردم و بد کردم

ہر چند که مے خلاف دین است درہم
از خوردن وے ہمی گشاید کرم
دانی که ز مے چراست چندیں شغفم (۵۵۰)
با تو که دمے ز خویشتن باز رہیم

(۵۵۱)
یک چند بکودکی باستاد شدیم
یک چند باستادی خود شاد شدیم
پایان سخن شنو که ما را چه رسید
از خاک برآمدیم و برباد شدیم

(۵۵۲)
زان پیش که از زمانه تابی بخوریم
با یکدگر امروز شرابی بخوریم
کین چرخ اجل بگاه رفتن ما را
چندان ندهد امان که آبی بخوریم

(۵۵۳)
ای دوست بیا تا غم فردا نخوریم
وین یک دم عمر را غنیمت شمریم
فردا که ازین دیر کهن درگذریم
تا هفت هزار سال گان سربسریم

(۵۵۴)
شبها گذرد که دیده برهم نزنیم
کین صبح بسی دمید ما دم نزنیم
خیزیم و دمی زنیم پیش از دم صبح
تا پای نشاط بر سر غم نزنیم

(۵۵۵)
من بادهٔ تلخ تلخ وبریشه خورم
واندر رمضان در شب آدینه خورم
انگور حلال خویش در خم کرده
گو تلخ مکن خدای تا من نخورم

(۵۵۶)
هر روز پگاه در خرابات شوم
همراه قلندران طامات شوم
چون عالم سر و الخفیات توئی
توفیقم ده تا بمناجات شوم

(۵۵۷)
از باده شود تکبّر از سر ها کم
وز باده شود گشاده بند محکم
ابلیس اگر باده خوردی یکدم
کردی دو هزار سجده پیش آدم

(۵۵۸)
یک جو غم ایام نداریم خوشیم
گر چاشت بود شام نداریم خوشیم
چون پخته بما رسد از مطبخ غیب
از کس طمع خام نداریم خوشیم

(۵۵۹)
در میکدهٔ عشق نیازی دارم
با شمع صفش سوز و گدازی دارم
آنکه بی عشق طهارت کرده
با روی بت خویش نیازی دارم

(۵۶۰)
پیوسته زگردش فلک غمگینم
با طبع خسیس خویشتن در کینم
علمی نه که سر جهان برخیزم
عقلی نه که فارغ از جهان بنشینم

(۵۶۱)
تاچند اسیر عقل هر روزه شویم
در دهر چه صد ساله چه یکروزه شویم
در ده تو بکاسه می از آن پیش که ما
در کارگه کوزه گران کوزه شویم

(۵۶۲)
تاچند ملامت کنی ای زاهد خام
مارند خراباتی و مستیم مدام
تو در غم تسبیح و ریا و تلبیس
ما با می و مطربیم و معشوق بکام

(۵۶۳) بر مفرش خاک خفتگان می بینم
در زیر زمین نهفتگان می بینم
چندانکه بصحرای عدم می نگرم
نا آمدگان و رفتگان می بینم

(۵۶۴) ترسم که چو بعد ازین بعالم نرسم
با همنفسان نیز فراهم نرسم
امروز که در دیم غنیمت شمریم
شاید که بعمر خود درین دم نرسم

(۵۶۵) تا ئیم که هست شراب هم مدام
در مجلس ما نیست بجز باده و جام
بگذار نصیحت من ای زاهد خام
ما باده پرستیم و لب یار بکام

(۵۶۶) با رحمت تو من از گنه نندیشم
با توشهٔ تو ز رنج ره نندیشم
گر لطف توام سفید رو انگیزد
یک ذره ز نامه سیه نندیشم

(۵۶۷) عید است بیا تا می گلرنگ کشیم
با نغمهٔ عود و نالهٔ چنگ کشیم
با یار سبک روح دمی بنشینیم
رطلی دو سه بادهٔ گران سنگ کشیم

(۵۶۸) ای دوست بیا تا غم فردا نخوریم
وین یکدم نقد را غنیمت شمریم
بی حکمش نیست هر گناهی که مراست
پس ما غم آینده ز بهر چه خوریم

(۵۶۹) تا ظن نبری که از جهان می ترسم
وز مردن و از رفتن جان می ترسم
مردن چو حقیقت است زان باکم نیست
چون نیک نزیستم ازان می ترسم

(۵۷۰) گر من ز می مغانه مستم هستم
کافر و گبر و بت پرستم هستم
هر طائفه بمن گمانی دارند
من زان خودم چنانچه هستم هستم

(۵۷۱) برخیز و بیا که چنگ بر چنگ زنیم
می باز خوریم و نام بر ننگ زنیم
چون باده خوریم در خرابات خوریم
وین شیشهٔ نام و ننگ بر سنگ زنیم

(۵۷۲) در دامن یار بی وفا چنگ زنیم
می نوش کنیم و نام بر ننگ زنیم
سجاده بیک پیالهٔ می بفروشیم
ناموس نکو دهیم و بر سنگ زنیم

(۵۷۳) محرم هستی که با تو گویم یک دم
کز اول کار خود چه بود است آدم
محنت زده سرشته انداز گل غم
یک چند جهان بخورد و برداشت قدم

(۵۷۴) هان تا بخرابات خروشی نزنیم
بر میکده بگذریم و نوشی نزنیم
دستار و کتاب را فروشیم بمی
بر بار رسه بگذریم و جوشی نزنیم

گل گفت که من یوسف مصر چمنم — یاقوت گرانمایهٔ پر زر دهنم
گفتم چو تو یوسفی نشانی بنمای — گفتا که بخون غرق نگر پیرهنم (۵۷۵)

با زلف تو گر دست درازی کردم — از روی حقیقت نه مجازی کردم
در زلف تو دیدم دل دیوانهٔ خویش — من با دل خویش دست بازی کردم (۵۷۶)

چندانکه ز خود نیست ترم هست ترم — هر چند بلند پایه تر پست ترم
زین طرفه تر آنکه از شراب هستی — هر لحظه که هشیار ترم مست ترم (۵۷۷)

صبح است و نی برمی گلرنگ زنیم — وین شیشهٔ نام و ننگ بر سنگ زنیم
دست از امل دراز خود باز کشیم — در زلف دراز و دامن چنگ زنیم (۵۷۸)

آن به که ز جام و باده دل شاد کنیم — وز نامده و گذشته کم یاد کنیم
این عاریتی حیات رندانی را — یک لحظه ز بند عقل آزاد کنیم (۵۷۹)

روزیکه بکوی کوزه گر میگذرم — خود را بمیان کوزه ها می شمرم
زان پیش که گل بکوزه گر بدیه برم — شاید که کند کوزه یکی باده خورم (۵۸۰)

آن لحظه که از اجل گریزان گردم — چون برگ ز شاخ عمر ریزان گردم
عالم ز نشاط دل لغربال کنم — زان پیش که خاک خاک بیزان گردم (۵۸۱)

یکروز ز بند عالم آزاد نیم — یکدم زدن از وجود خود شاد نیم
شاگردی روزگار کردم بسیار — در کار جهان هنوز استاد نیم (۵۸۲)

گر در گیری چگونه پرواز کنم — با عشق توئے چگونه آغاز کنم
یک لحظه سرشک دیده می نگذارد — تا چشم بروی دیگری باز کنم (۵۸۳)

آن آه که پیش هیچ محرم نزنم — وان دم که به پیش هیچ همدم نزنم
گر دریابم که جز تو کس می شنود — حقا که بمیرم از دم دوم نزنم (۵۸۴)

من گوهر خود بقیمت کم ندهم — درد تو بصد هزار مرهم ندهم
خاک در تو به مملکت جم ندهم — یک موی ترا بعمر دو عالم ندهم (۵۸۵)

هنگام گل است اختیاری نکنم — وانگه بخلاف شرع کاری نکنم
با سبزه خطان لاله رخی روزی چند — بر سبزه ز جرعه لاله زاری نکنم (۵۸۶)

(۵۸۷) دشمن بغلط گفت که من فلسفیم
لیکن چو درین غم آشیان آمده ام
ایزد داند که آنچه او گفت نیم
آخر کم ازان که من ندانم که کیم

(۵۸۸) اسرار ازل را نه تو دانی و نه من
هست از پس پرده گفتگوی من و تو
وین حرف معما نه تو خوانی و نه من
چون پرده برافتد نه تو مانی و نه من

(۵۸۹) حق جان جهان ست و جهان جمله بدن
افلاک عناصر و موالید اعضا
واصناف ملائکه حواس این تن
توحید همین ست دگرها همه فن

(۵۹۰) هر روز ز گردش نوای چرخ کهن
وین طرفه که نا اهل نواز و نکهت
نخل طربم برکند از بیخ و ز بن
کس نیست که گویدش به تنگ ست مکن

(۵۹۱) ای چرخ همیشه در ستیزی با من
در صلح چه ماند کان نکردم با تو
درمان دگر کسے بودردی با من
در جنگ چه بود کان نکردی با من

(۵۹۲) بر خیز و مخور غم جهان گذران
در طبع جهان اگر وفائے بودی
خوش باش و دمی بشادمانی گذران
نوبت بخود او نیامدی از دگران

(۵۹۳) نیک ست بنام نیک مشهور شدن
خمار ببوی آب انگور شدن
عار ست ز جور چرخ رنجور شدن
به ز انکه بزهد خویش مغرور شدن

(۵۹۴) بر سینهٔ غم پذیر من رحمت کن
بر پائے خرابات رو من بخشای
بر جان و دل اسیر من رحمت کن
بر دست پیاله گیر من رحمت کن

(۵۹۵) نتوان دل شاد را بغم فرسودن
در دهر که داند که چه خواهد بودن
وقت خوش بسنگ محنت سودن
مے باید و معشوق و بکام آسودن

(۵۹۶) کس نیست درین گفت و شنو همدم من
بے گریه چو نیست دیده پُر نم من
شد ناله من همنفس و محرم من
من سر ننهم با لبسر آید غم من

(۵۹۷) مسکین دل دردمند دیوانهٔ من
روزیکه شراب عاشقی میدادند
هشیار نشد ز عشق جانانهٔ من
در خون جگر زد مے پیمانهٔ من

(۵۹۸) قومے متفکر اند در مذهب و دین
ناگاه منادیے بر آید ز کمین
جمعے متحیر اند در شک و یقین
کاے بیخبران راه نه آنست نه این

ای گشته شب و روز بدنیا نگران — اندیشه نمی کنی تو از روز گران
(۵۹۹) آخر نفسی بخویش و باز آی بخود — کایام چگونه می کند با دگران

گویند مرا که می مخور کمتر ازین — آخر بچه عذر بر نداری سر ازین
(۶۰۰) عذرم رخ یار و بادهٔ صبحدم است — انصاف بده چه عذر روشن تر ازین

گر بر فلکم دست بدی چون یزدان — برداشتمی من این فلک را ز میان
(۶۰۱) وز نو فلکی دگر چنان ساختمی — کازاده بکام دل رسیدی آسان

بشنو زمن ای زبدهٔ یاران کهن — اندیشه مکن زین فلک بی سر و بن
(۶۰۲) بر گوشهٔ عرصات قناعت بنشین — بازیچهٔ چرخ را تماشائی کن

شرط است نباید ازین تباهی کردن — زین ترک اوامر و نواهی کردن
(۶۰۳) گیرم که سراسر این جهان ملک تو شد — چه آنکه رها کنی چه خواهی کردن

تو آمده ببادشاهی کردن — با خویشتن آمدی زین تباهی کردن
(۶۰۴) چیزی نه بدی دهی و نباشی فردا — پیداست که امروز چه خواهی کردن

خواهی بنهند پیش تو گردن گردن — کار تو بود همیشه جان پروردن
(۶۰۵) همچون منت اعتقاد باید کردن — می خوردن و اندوه جهان نا خوردن

این چشمهٔ پیاله بین بجان آبستن — همچون سمنی بار غوان آبستن
(۶۰۶) می نی غلطم که باده از غایت لطف — آبیست بآتش روان آبستن

مشنو سخن زمانه ساز آمدگان — می گیر مروق ز طراز آمدگان
(۶۰۷) رفتند یگان یگان فراز آمدگان — کس می ندهد نشان باز آمدگان

گاویست بر آسمان نامش پروین — یک گاو دگر نهفته در زیر زمین
(۶۰۸) چشم خرد گشای چون اهل یقین — زیر و زبر دو گاو مشتی خر بین

بر موجب عقل زندگانی کردن — شاید کردن ولی ندانی کردن
(۶۰۹) استاد تو روزگار چابکدست است — چندان بسرت زند که دانی کردن

دوش از سر روح از صفائی دل من — در میکده آن روح فزائی دل من
(۶۱۰) جامی بمن آورد که بستان و بنوش — گفتم نخورم گفت برای دل من

(۶۱۱)
ای آنکه تویی خلاصهٔ کون و مکان — بگذار دمی وسوسهٔ سود و زیان
یک جام می از ساقی باقی بستان — تا باز رهی تو از غم هر دو جهان

(۶۱۲)
چون حاصل آدمی درین شورستان — جز خوردن غصه نیست تا کندن جان
خرم دل آنکه زین جهان زود برفت — آسوده کسی که خود نیامد بجهان

(۶۱۳)
از گردش این دایره بی پایان — برخورداری دو نوع مردم نادان
یا با خبری تمام از نیک و بدش — یا بی خبری ز خود و از کار جهان

(۶۱۴)
جانها همه آب گشت و دلها همه خون — تا چیست حقیقت از پس پرده برون
ای با علمت خرد ره گردون دون — ای تو از جهان بره تو از ره برون

(۶۱۵)
می خوردن و گرد نیکوان گردیدن — بهتر ز هزار زاهدی ورزیدن
گر مردم میخوار بدوزخ باشند — پس روضهٔ بهشت را که خواهد دیدن

(۶۱۶)
دانی که چرا است توبه ناکردن من — زیرا که حرام نیست می خوردن من
بر اهل مجاز است بتحقیق حرام — می خوردن اهل راز و گردن من

(۶۱۷)
تا کی غم آن خورم که زین دیر کهن — احوال فرامرة سر پیدا است نه تن
زان پیش که رخت زین سرا بندم — ساقی بدهم می که همین است سخن

(۶۱۸)
صیاد توئم بدهشت نخجیر مکن — چیزی است که نخوانده تو تفسیر مکن
چون پیر حقیقت از تو معنی طلبد — از دیده بکن روایت از تفسیر مکن

(۶۱۹)
احوال جهان بدلم آسان می کن — و افعال بدم ز خلق پنهان می کن
امروز خوشم بدار فردا با من — آنچه از کرم تو می سزد آن می کن

(۶۲۰)
یارب ز قبول و رد رهم باز رهان — مشغول بخودم کن ز خودم باز رهان
تا هست بیارم ز نیک و بد میدانم — مستم کن و از نیک و بدم باز رهان

(۶۲۱)
در دامن این چرخ دو انگیز کهن — با پاره تو سر زه پای گریبان بکن
دستی که زمانه را نشاید سر زین — کوته بکن از وی که دراز است سخن

(۶۲۲)
داریم ز جفای فلک آینه گون — وز گردش روزگار خس پرور دون
از دیده رخی چو پیاله پر اشک — در سینه دلی همچون صراحی پر خون

(۶۲۳)
رندی دیدم نشسته بر خنگ زمین
نه کفر نه اسلام نه دنیا و نه دین
نه حق نه حقیقت و شریعت نه یقین
اندر دو جهان کرا بود زهره این

(۶۲۴)
تا بتوانی خدمت رندان می کن
بنیاد نماز و روزه ویران می کن
بشنو سخن راست ز خیام عمر
می میخور و ره میزن و احسان می کن

(۶۲۵)
آمد آگه وقوف است بر احوال جهان
شادی و غم و رنج برو شد آسان
چون نیک و بد جهان بسر خواهد شد
خواهی همه درد باش خواهی درمان

(۶۲۶)
روزیکه گذشته است ازو یاد مکن
فردا که نیامده است فریاد مکن
بر نامده و گذشته بنیاد مکن
حالی خوش باش و عمر برباد مکن

(۶۲۷)
اکنون که زند هزار دستان دستان
جز باده لعل از کف مستان مستان
برخیز و بیا که گل بشادی می گفت
روزی دو سه داد خود ز بستان بستان

(۶۲۸)
در چشم پیاله جان روانست روان
در روح مجسم آن روانست روان
در آب فسرده آتش سیال است
در درج بلور لعل کانست روان

(۶۲۹)
روزیکه مقدسان خاکی مسکن
گردند سوار باز بر مرکب تن
چون لاله بخون خویش آغشته کفن
از خاک سر کوی تو برخیزم من

(۶۳۰)
زین گنبد گردنده بد افعالی بین
وز رحلت دوستان جهان خالی بین
تا بتوانی تو یک نفس خود را باش
فردا مطلب گذارده حالی بین

(۶۳۱)
از آمدن و رفتن ما سودی کو
وز تار امید عمر ما پودی کو
در چنبر چرخ جان چندین پاکان
می سوزد و خاک میشود دودی کو

(۶۳۲)
بردار پیاله و سبو ای دلجو
برگیر بگرد سبزه زار و لب جو
کین چرخ بسی قد بتان مه رو
صد بار پیاله کرد و صد بار سبو

(۶۳۳)
ای آب حیات مضمر اندر لب تو
مگذار که بوسد لب ساغر لب تو
کز خون صراحی نخورم هر دو شبم
او خود که بود که لب نهد بر لب تو

(۶۳۴)
آن قصر که بر چرخ همی زد پهلو
بر درگه او شهان نهادندی رو
دیدیم که بر کنگره اش فاخته
بنشسته همی گفت که کو کو کو

یاقوت لبے لعل بدخشانی کو
واں راحت روح و راح ریحانی کو
مے گرچہ حرام در مسلمانی شد
تو مے خور و غم مخور مسلمانی کو (۶۳۵)

چوں بادہ خوری ز عقل بیگانہ مشو
مدہوش مباش و جہل را خانہ مشو
خواہی کہ مے لعل حلالت باشد
آزار کسے مجوے و دیوانہ مشو (۶۳۶)

در دیدۂ تنگ مور نور ست از تو
در پائے ضعیف پشہ زور ست از تو
ذاتِ تو سزاست مر خداوندی را
ہر وصف کہ ناسزاست دور ست از تو (۶۳۷)

روزیکہ بود وقت ہلاکِ من و تو
از تن بپرد روان پاکِ من و تو
از بسکہ بنا شیم دریں چرخ کبود
مہ بوز نابد بر سرِ خاکِ من و تو (۶۳۸)

آنم کہ پدید گشتم از قدرتِ تو
پروردہ شدم بناز و نعمتِ تو
صد سال بہ امتحان گنہ خواہم کرد
تا جرم منست بیش یا رحمتِ تو (۶۳۹)

اے رفتہ بچوگانِ قضا ہمچوں گو
چپ میخور و راست میرو ہیچ مگو
کانکس کہ ترا فگند اندر تگ و پو
او داند و او داند او داند او (۶۴۰)

ایں چرخ فلک بہر ہلاکِ من و تو
قصدے دارد بجانِ پاکِ من و تو
بر سبزہ نشین پیالہ کش دیر نماند
تا سبزہ بروں دمد ز خاکِ من و تو (۶۴۱)

ما ئیم خریدار مئے کہنہ و نو
وانگاہ فروشندۂ عالم بدو جو
گفتی کہ پس از مرگ کجا خواہی رفت
مے پیش من آر و ہر کجا خواہی رو (۶۴۲)

چوں رفت ز جسم جوہرِ روشنِ تو
با جنس دگر گزیں کند مسکنِ تو
آیند و روند ہیچکس نشناسد
تا زیر زمیں چہ مے رود بر تنِ تو (۶۴۳)

از تن چو برفت جانِ پاکِ من و تو
خشتی دو نہند بر مغاکِ من و تو
وانگہ ز برائے خشتِ گورِ دگراں
در کالبدے کشند خاکِ من و تو (۶۴۴)

گر باخردی تو حرص را بندہ مشو
در پائے طمع خام سر افگندہ مشو
چوں آتشِ تیز باش چوں آبِ رواں
چوں خاک بہر باد پراگندہ مشو (۶۴۵)

تا کردہ گناہ در جہاں کیست بگو
آنکس کہ گنہ نکرد چوں زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دہی
پس فرق میانِ من و تو چیست بگو (۶۴۶)

بسیار از همه ناکسان نهانداری تو — راز از همه اهلهان نهانداری تو
بنگر که میان مردمان کار تو چیست — چشم از همه مردمان نهانداری تو (۶۴۷)

ای رندگی تن و توانم همه تو — جان همه و دلی ای دل و جانم همه تو
تو هستی من شدی از آنم همه تن — من نیست شدم در تو از آنم همه تو (۶۴۸)

ای دل زغم جهان که گفتت خون شو — با ساکن عشوه خانه گرد و دل شو
دانی چه کنی چو نیست سامان مقام — انگار درون نیامدی بیرون شو (۶۴۹)

تن در غم روزگار بیداد مده — مارا زغم گذشتگان یاد مده
دل جز لب زلف پریزاد مده — بی باده مباش و عمر برباد مده (۶۵۰)

در مجلس عشاق نشستیم همه — از محنت ایام برستیم همه
از باده شوق قدحی نوشیدیم — آزاده و آسوده و مستیم همه (۶۵۱)

ای یار ز روزگار باش آسوده — واندوه زمانه کم خور از بیهوده
چون کسوت عمر تو شود چاک شود — چه کرده و چه گفته و چه نابوده (۶۵۲)

فریاد که عمر رفت بر بیهوده — هم لقمه حرام هم نفس آلوده
فرموده ناکرده سیه رویم کرد — فریاد ز کرده های نافرموده (۶۵۳)

اندیشه عمر بیش از شصت منه — هر جا که قدم نهی بجز مست منه
زان پیش که کاسه سرت کوزه کنند — رو کوزه فروش و کاسه از دست منه (۶۵۴)

چند از پی حرص و آز عمر فرسوده — ای دوست دوئی گرد جهان بیهوده
رفتند و روند هر چه آیند و روند — یکدم بمراد خویشتن نابوده (۶۵۵)

با عاشق و مست و می پرستیم همه — در کوی خرابات نشستیم همه
بگذشت ز قبح و حسن از هم و خیال — از دام مطلب هوش برستیم همه (۶۵۶)

یک جرعه می که به ز ملک تو به — وز هر چه نه در طریق بیرون شو به
جامی است به از ملک فریدون صد بار — خشتی سر خم ز تاج کیخسرو به (۶۵۷)

روزی بینی مرا تو مست افتاده — در حلقه زلف بت پرست افتاده
دستار ز سر قدح ز دست افتاده — در پای تو سر نهاده پست افتاده (۶۵۸)

لطفیست که در وجود ما ریخته‌ای — صد بوالعجبی ز ما برانگیخته‌ای
من زان به از این نمی‌توانم بودن (۶۵۹) کز بوته مرا چنین فرو ریخته‌ای

هر توبه که کردیم شکستیم همه — بر خود در نام و ننگ بستیم همه
عیبم مکنید اگر کنم بیخردی (۶۶۰) کز بادهٔ عشق مست هستیم همه

ای من ز در بتخانه بیلبلت رفته — ترک بد و نیک هر دو عالم گفته
گر هر دو جهان چو گوی افتد بگوی (۶۶۱) بر من بجوی چو مست باشم خفته

هر روز بر آنم که کنم شب توبه — از جام و پیالهٔ لبالب توبه
اکنون که رسید وقت گل ترکم ده (۶۶۲) در موسم گل ز توبه یا رب توبه

ای بیخبر از کار جهان هیچ نه — بنیاد نه با دوست از آن هیچ نه
شد حد وجود در میان دو عدم (۶۶۳) اطراف بود تو در میان هیچ نه

این چرخ چو طاسیست نگون افتاده — در وی همه زیرکان زبون افتاده
در دوستی شیشه و ساغر نگرید (۶۶۴) لب بر لب و در میان خون افتاده

جانا بکدام دست برخاسته‌ای — کز طلعت خویش ماه را کاسته‌ای
خوبان جهان بعید رو آرایند (۶۶۵) تو عید بروی خویش آراسته‌ای

مشغول سخن چرخ بر آواز شده — می خور ز کف ساقی دمساز شده
کان کز رحم مادر آمد امروز برحل (۶۶۶) فردا بیچی بکون زن باز شده

پیری دیدم بخانهٔ مستی خفته — نه گرد و شعور خانه‌اش رفته
می خورده و مست خفته و آشفته (۶۶۷) الله لطیف ببادهٔ گفته

غره چه شوی بمسکن و کاشانه — هر عمر که هست حاصلش افسانه
همخوابهٔ بادهٔ دلفروزی شمع (۶۶۸) بر رهگذر سیل چه سازی خانه

دل هست بطرهٔ طرب نا ورده — جام می خوشدلی بلب نا ورده
افسوس بسر رسیده روز عمرم (۶۶۹) روزم بسر آمد و دل بشب نا ورده

آن بادهٔ خوشگوار بر دستم نه — آن ساغر چون نگار بر دستم نه
آن می که چو زنجیر بپیچد بر خود (۶۷۰) دیوانه شدم بیار بر دستم نه

ساقی بصبوحی می ناب اندر ده   مستان شراب را شراب اندر ده
(۶۷۱) مستیم و خراب در خرابات فنا   آوازه بعالم خراب اندر ده

دانی ز چه روی افتاد و ست و چه راه   آزادی سرو سوسن اندر افواه
(۶۷۲) کین دارد ده زبان ولیکن خاموش   وان راست و صد دست ولیکن کوتاه

دنیا بمراد رانده گیر آخر چه   وین نامهٔ عمر خوانده گیر آخر چه
(۶۷۳) گیرم که بکام دل بماندی صد سال   صد سال دگر بمانده گیر آخر چه

گویند حشیش بهر دلتنگی به   وز جام شراب نغمهٔ چنگی به
(۶۷۴) در مذهب کاملان چنین مانده است   یک قطرهٔ می ز خون صد بنگی به

ای رفته و باز آمده بلکم گشته   نامت ز میان مردمان گم گشته
(۶۷۵) ناخن همه جمع آمده سم گشته   ریشت ز عقب کون در آمده دم گشته

گر اسپ و یراق است و گر فیروزه   معزور مشو بدولت ده روزه
(۶۷۶) از قهر فلک هیچ کسی جان نبرد   امروز سبو شکست و فردا کوزه

از درس علوم جمله بگریزی به   وندر سر زلف دلبر آویزی به
(۶۷۷) زان پیش که روزگار خونت ریزد   تو خون پیاله در قدح ریزی به

بنگر ز صبا دامن گل چاک شده   بلبل ز جمال گل طربناک شده
(۶۷۸) هین باده خورید کاین بسا گل کز باد   برخاک فرو ریزد و پر خاک شده

از هر چه بجز حق است کوتاهی به   می سم ز کف بتان خرگاهی به
(۶۷۹) مستی و قلندری و گمراهی به   یک جرعهٔ می ز ماه تا ماهی به

ما ئیم بلطف حق تولا کرده   وز طاعت و معصیت تبرا کرده
(۶۸۰) آنجا که عنایت تو باشد باشد   ناکرده چو کرده کرده چون ناکرده

تا چند ز مسجد و نماز و روزه   در میکده ها مستی از دریوزه
(۶۸۱) خیام بخور باده که خاک ترا   گه جام کنند و گه سبو گه کوزه

جائیست درین راه خطرناک شده   تن زیر زمین ز نیک و بد پاک شده
(۶۸۲) بس رهگذری که بگذرد برمن و تو   ما بیخبر از هر دو جهان خاک شده

(۶۸۳)
اے نیک نکرده و بدیها کرده
آنگاه بلطف حق تولا کرده
بر عفو مکن تکیه که هرگز نبود
ناکرده چو کرده کرده چوں ناکرده

(۶۸۴)
اے در رهِ بندگیت یکساں که و مه
در هر دو جهاں خدمتِ درگاهِ تو به
نکبت تو ستانی و سعادت تو دهی
یارب تو بفضل خویش بستان و بده

(۶۸۵)
از آتش و باد و آب خاکیم همه
در عالم کون در هلاکیم همه
تا تن با ماست در جفائیم همه
چوں تن برود رواں پاکیم همه

---

(۶۸۶)
باده و معشوق و صبوح ای ساقی
از ما نبود توبه نصوح اے ساقی
تا کے خوانی قصهٔ نوح ای ساقی
پیش آر سبک راحت روح ای ساقی

(۶۸۷)
در ده مے لعل مشکبو ای ساقی
تا باز رهم ز گفتگو اے ساقی
یک کوزه مے بده از اں پیش که دهر
خاکِ من و تو کند سبو اے ساقی

(۶۸۸)
زاهد نه بزهد کرد سود اے ساقی
زیرا که عمل عیاں نمود اے ساقی
پُر کن قدحِ باده تو زود اے ساقی
کامد ز ازل آنچه که بود اے ساقی

(۶۸۹)
شمع است و شراب و ماهتاب ای ساقی
شاهد ز شراب هم خراب اے ساقی
از خاک بر آر ایں دل پُر آتش را
بر باد مده بیار آب اے ساقی

(۶۹۰)
در ده قدحی ز لعل ناب اے ساقی
بر گیر ز آتشم بآب اے ساقی
تا عقل گریباں دلم خواهد داشت
دستِ من و داماں شراب ای ساقی

(۶۹۱)
بشگفت شگوفه مے بیار ای ساقی
دست از عمل دهر بدار اے ساقی
زاں پیش که اجل کمیں کند روزی چند
جامِ مے لعل در روی یار ای ساقی

(۶۹۲)
هنگامِ صبوح است و خروش ای ساقی
باد مے و کوی مے فروش ای ساقی
چه جائے صلاح است و خموش ای ساقی
بگذر ز حدیث زهد و نوش اے ساقی

(۶۹۳)
چوں هست زمانه در شباب ای ساقی
بر نه بکفم جامِ شراب ای ساقی
هنگامِ صبوح قفل بر در زده ام
مئے ده که بر آمد آفتاب ای ساقی

(۶۹۴)
آنها که ز پیش رفته اند اے ساقی
در خاک غرور خفته اند اے ساقی
رو باده خور و حقیقت از من بشنو
باد است هر آنچه گفته اند اے ساقی

(٦٩٥)
چون مے ندہد اجل امان ای ساقی — در دہ قدح شراب ہاں اے ساقی
غم خوردن بیہودہ نہ کار دل ماست — با این دو سہ روزہ در جہاں ای ساقی

(٦٩٦)
در سنگ اگر شوی چو خارا اے ساقی — ہم آب اجل کند گذار اے ساقی
خاکیست جہاں غزل بخواں ای مطرب — با دست نفس بادہ بیار اے ساقی

(٦٩٧)
تا چند ز یاسین و برات ای ساقی — بنویس بمیخانہ برات اے ساقی
روزیکہ برات ما بمیخانہ برند — آں روز بود شب برات ای ساقی

(٦٩٨)
صبح خوش و خرم است خیز ای ساقی — در شیشہ بکن شراب از شب باقی
با یار بخوریم و عیش را تازہ کنیم — این یکدم عمر کہ فردا عاقی

(٦٩٩)
زاں کوزہ مے کہ نیست در وی ضرری — پر کن قدحے بخور بمن دہ دگرے
زاں پیشتر ای صنم کہ در رہگذری — خاک من و تو کوزہ کند کوزہ گرے

(٧٠٠)
در دہ مے لعل لالہ گوں ای ساقی — بکشائے ز حلق شیشہ خوں ای ساقی
کامروز بروں ز جام مے نیست مرا — یکدوست کہ پاک اندروں ای ساقی

(٧٠١)
گزر آنکہ بدست افتد از مے دو منی — مے خور تو بہر محفل و ہر انجمنے
کانکس کہ جہاں کرد فراغت دارد — از سبلت چوں توئی و ریش چو منے

(٧٠٢)
افتادہ مرا بلائے و مستی کارے — خلقم ز چہ مے کند ملامت بارے
ای کاشکہ ہر کدام مستی کردے — تا من بجہاں ندیدمے ہشیارے

(٧٠٣)
ای دل تا تجربات مجازی نائے — تا در قلندری نسازی نائے
این رہ رہ مردان سرافرازان است — زنہار درین کوچہ بیازی نائے

(٧٠٤)
گر دست دہد ز مغز گندم نانے — از مے کدوے و گوسفندی رانے
وانگہ من و تو نشستہ در ویرانے — عیشے بود آں نہ حد ہر سلطانے

(٧٠٥)
در کارگہ کوزہ گرے کردم رائے — در پایہ چرخ دیدم استادہ بپائے
میکرد سبو و کوزہ را دستہ و پائے — از کلہ پادشاہ و ز دست گدائے

(٧٠٦)
ای از حرم ذات تو عقل آگہ نے — در معصیت و طاعت ما مستغنے
مستم ز گناہ و ز رجا ہشیارم — امید برحمت تو دارم یعنے

سازندهٔ کار مردهٔ زنده توئی
دارندهٔ این چرخ پراگنده توئی
(۷۰۷) من گرچه بدم صاحب این بنده توئی
کس را چه گناه چو آفریننده توئی

ای چرخ دلم همیشه غمناک کنی
پیراهن خرمی من چاک کنی
(۷۰۸) بادی که بمن رسد تو آتش کنیش
آبی که خورم در دهنم خاک کنی

خوش باش که پخته اند سودای تو دی
ایمن شده اند از همه غوغای تو دی
(۷۰۹) تو شاد بزی که بی تقاضای تو دی
دادند مزارگاه فردای تو دی

ای دل چو به بزم آن صنم بنشستی
از خویش بریدی و بدو پیوستی
(۷۱۰) از جام فنا چو جرعهٔ نوشیدی
از بود نبود و گو بکلی رستی

گه گشته نهان روی بکس ننمائی
گه در صور کون و مکان پیدائی
(۷۱۱) وین جلوه گری بخویشتن بنمائی
خود عین عیانی و خودی بینائی

بر سنگ زدم دوش سبوی کاشی
خوش بودم که کردم این اوباشی
(۷۱۲) با من بزبان حال می گفت سبو
من چون تو بدم تو نیز چون من باشی

ای دل ز غبار جسم اگر پاک شوی
تو روح مجردی بر افلاک شوی
(۷۱۳) عرش است نشیمن تو شرمت بادا
کائی و مقیم خطهٔ خاک شوی

پیوسته ز بهر شهوت نفسانی
این جان شریف با همه رنجانی
(۷۱۴) آگاه نه که آفت جان تو اند
آنها که تو در آرزوی ایشانی

شخصی بزنی فاحشه گفتا مستی
هر لحظه بدام دیگری پیوستی
(۷۱۵) گفتا شیخا هر آنچه گفتی هستم
اما تو چنانچه مینمائی هستی

از مطبخ دنیا تو همه دود خوری
تا چند غم بوده و نابوده خوری
(۷۱۶) دنیا که بر اهل دیانیست عظیم
گر ترک دیان کنی همه سود خوری

ای کوزه گر آب نوش اگر هشیاری
تا چند کنی بر گل آدم خواری
(۷۱۷) انگشت فریدون و کف کیخسرو
بر چرخ نهادهٔ چه می پنداری

هنگام صبوح ای صنم فرخ پی
بر ساز ترانهٔ و پیش آور می
(۷۱۸) کافگند بخاک صد هزاران جم و کی
این آمدن تیرمه و رفتن دی

(۷۱۹)
چندانکه نگاه مے کنم هر سوئے — از سبزه بهشت است وز کوثر جوئے
صحرا چو بهشت است ز دوزخ کم گوئی — بنشیں به بهشت با بهشتی روئے

(۷۲۰)
چوں می نرود باختیارت کاری — خوش باش درین نفس که هستی باری
چوں واقفی ای پسر ز هر اسرارے — چندیں چه بری بیهده هر تیماری

(۷۲۱)
گر هست ترا زیں جهاں دست رسی — هاں تا نزنی بے مے و ساقی نفسے
پیش از من و تو بیازمودند بسے — دنیا نه کند گرائے آزار بسے

(۷۲۲)
ای دهر بکرده هائے خود معترفے — در خانقه جور و ستم معتکفے
نعمت بخساں دهی و زحمت بکساں — زیں هر دو بروں نیست وری یا خرفی

(۷۲۳)
زنهار کنوں که مے توانی بارے — بردار ز خاطر عزیزاں بارے
کیں مملکت حسن نماند جاوید — از دست تو هم بروں رود یکبارے

(۷۲۴)
چوں صنعش مرا خانه بداند ساقی — صد قفل ز هر نوع براند ساقی
چوں وامانم برسم خود باده دهد — در حد خودم در گذراند ساقی

(۷۲۵)
برگیر ز خود حساب اگر با خبری — کاول تو چه آوردی و آخر چه بری
گوئی نخورم باده که مے باید مرد — مے باید مرد گر خوری ور نه خوری

(۷۲۶)
پیرے دیدم بخانه خمّارے — گفتم نکنی ز رفتگاں اخبارے
گفتا مے خور که همچو من بسیارے — رفتند و کسے باز نیامد بارے

(۷۲۷)
بر کوزه گرے پریر کردم گذرے — از خاک همی نمود هر دم هنرے
من دیدم اگر ندید هر بے بصرے — خاک پدرم بر کف هر کوزه گرے

(۷۲۸)
برگیر پیاله و سبوئے دلجوئے — بخرام بسوئے سبزه زار و لب جوی
کیں چرخ که صورت بتاں مه روے — صد بار پیاله کرد و صد بار سبوی

(۷۲۹)
اے آنکه نتیجۀ چهار و هفتے — وز هفت و چهار دائم اندر تفتے
مے خور که هزار بار بیشت گفتم — باز آمدنت نیست چو رفتی رفتے

(۷۳۰)
شاه آمدهی اے راحت جانم که توئی — تو آمده و من نه بر آنم که توئے۔
از بهر خدا از بر آئے دل من — چنداں می خور که من ندانم که توئی

ای بادہ خوشگوار در جام نہی — بر پاے خود تمام بند گرہی
(۷۳۱)
ہر کس کہ ز تو خورد امانش نہی — تا گوہر او بر کف دستش نہی

بکشائے درے کہ در کشایندہ توئی — بنمائے رہے کہ رہ نمائیندہ توئی
(۷۳۲)
من دست بہیچ دستگیری ندہم — کایشاں ہمہ فانی اند و پائیندہ توئی

رو بیخبرے گزیں اگر باخبری — تا از کف مستان ازل بادہ خوری
(۷۳۳)
تو بیخبری بیخبری کار تو نیست — ہر بیخبرے را نرسد بیخبرے

اے چرخ ہمہ خسیس را چیز دہی — ہمرایہ و آسیاؤ و ہلیز دہی
(۷۳۴)
آزاد میان سست کہ دکان ننہد — شاید کہ ازین فلک بما نیز دہی

چندین غم بیہودہ مخور شاد بزی — واندر رہ بیداد تو با داد بزی
(۷۳۵)
چوں آخر کار این جہاں نیستی است — انکار کہ نیستی تو آزاد بزی

در باغ چو ید غورۂ ترش اول ہے — شیریں ز چہ گشت و تلخ چوں آمدہ ہے
(۷۳۶)
از چوب تیشہ گو کسے کرد رباب — وز تیشہ چہ گوئی کہ ہمی رو ید نے

یارب بکشای بر من از رزق درے — بے منت مخلوق رساں ماحضرے
(۷۳۷)
از بادہ چناں مست نگہدار مرا — کز بیخبرے نباشد درد سرے

گر آمدنم بخود بدے نامدمے — ور نیز شدن بمن بدے کے شدمے
(۷۳۸)
بہ زاں نبدے کہ اندریں دیر خراب — نہ آمدمے نہ شدمے نہ بدمے

ای دل تو بسرّ این معمّا نرسی — در نکتۂ زیرکان دانا نرسی
(۷۳۹)
اینجا ز مے و جام بہشتی می ساز — کانجا کہ بہشت ہست رسی یا نرسی

خواہی کہ اساس عمر محکم یابی — یک چند بعالم دل بےغم یابی
(۷۴۰)
فارغ منشین ز خوردن بادہ دمے — تا لذت عمر خود دمادم یابی

ای چرخ چہ کردہ ام بمن راست بگوی — پیوستہ مرا فگندۂ در تگ و پوے
(۷۴۱)
تا غم ندہی تا نبری کوی بکوی — آبم ندہی تا نہ بری آب ز روی

ہان تا بر مستان بدر شتی نشوی — یا از در نیکواں بر شتی نشوی
(۷۴۲)
مے خور کہ بخوردن و بناخوردن مے — گر آلت دوزخی بہشتی نشوی

خواهی که پسندیدهٔ انام شوی   مقبول قبول خاصه و عام شوی
اندر پی مومن و جهود و ترسا   بدگوی مباش تا نکو نام شوی (۷۴۳)

روزی که دلم برنگ آبی یابی   در کنج دلم بسی خرابی یابی
در بحر دو دیده ام اگر غوطه خوری   گر گم نشوی مردم آبی یابی (۷۴۴)

در ده می لعل لاله گون صافی   بگشای ز حلق شیشه خون صافی
کامروز بروں ز جام می نیست مرا   یکدست که دارد اندرون صافی (۷۴۵)

تا کی غم آن خورم که دارم یا نی   وین عمر بخوشدلی گذارم یا نی
پر کن قدح باده که معلومم نیست   کاین دم که فرو برم بر آرم یا نی (۷۴۶)

ای باده تو شربت من لالائی   چندان بخشم ترا ز روشن رائی
کز دور مرا هر که ببیند گوید   ای خورده شراب از کجا می آئی (۷۴۷)

با درد قناعت کن و آزاد بزی   در بند فزونی مشو آزاد بزی
منگر به فزونی ز خود و غصه مخور   در کم ز خودی نگه کن و شاد بزی (۷۴۸)

از دور پدید آمده ناپاک تنی   وز دود جهنم به تنش پیرهنی
بشکست صراحیم که عمرش کم باد   وانگه چو منی لطیف مردی چو منی (۷۴۹)

ای من تو هر آنچه گوئی از کین گوئی   پیوسته مرا ملحد و بی دین گوئی
من خود مقدم بر آنچه گوئی هستم   انصاف بده ترا رسد کین گوئی (۷۵۰)

از آمدن بهار و از رفتن دی   اوراق وجود ما همی گردد طی
می خور مخور اندوه که گفت است حکیم   غمهای جهان چو زهر و تریاقش می (۷۵۱)

تا در تن تست استخوان و رگ و پی   از خانهٔ تقدیر منه بیرون پی
گردن منه ار خصم بود رستم زال   منت مکش ار دوست بود حاتم طی (۷۵۲)

گر روی زمین جمله آباد کنی   چندان نبود که خاطری شاد کنی
گر بنده کنی بلطف آزادی را   بهتر که هزار بنده آزاد کنی (۷۵۳)

گویند مخور می که بلاکش باشی   در روز مکافات در آتش باشی
این هست ولی ز هر دو عالم خوشتر   این یکدم کز شراب سرخوش باشی (۷۵۴)

از کبر مدار هیچ در دل هوسی   کز کبر بجائی نرسیدست کسی
چون زلف بتان شکستگی عادت کن   زان پیش که بگسلد ز تارت نفسی (۷۵۵)

تا کی ز غم زمانه محزون باشی   با چشم پر آب و دل پر خون باشی
می نوش و بعیش کوش خوشدل می باش   زان پیش کز این دایره بیرون باشی (۷۵۶)

دنیا نفسی و من درو یک نفسی
شکرانهٔ آنکه زنده خوش می باشی (۷۵۷)
اندر نفسی چند توان زد نفسی
این عالم بی وفا نماند بکسی

خشتی نه نهم پا بزنم بر خشتی
آتش نشوم زجبر هر انگشتی (۷۵۸)
زین پس من و باده و کنار کشتی
خوبی بتو لب برم باز بهشتی

می خور که طریقیان جهان راه دهی
تا کی گوئیم توبه شکستم هی هی (۷۵۹)
هر گرد سناگوش زمی بینی خوی
صد توبه شکسته به که یک شیشهٔ می

جز راه قلندر بخرابات مپوی
بر کف قدح باده و بر دوش سبوی (۷۶۰)
جز باده و جز سماع و جز یار مجوی
می نوش کن و بکار بیهوده مگوی

تا در هوس لعل و لب و جام میی
اینها همه خشنوست خدا میداند (۷۶۱)
تا در پی آواز دف و چنگ و نیی
تا ترک تعلق نه کنی هیچ نه ئی

زان پیش که از جام اجل مست شوی
سرمایه بدست آر درین ره کانجا (۷۶۲)
زیر لگد حوادثها پست شوی
سودی نکنی اگر تهی دست شوی

ای آنکه خلاصهٔ چهار ارکانی
دیوی و ددی و ملک و انسانی (۷۶۳)
بشنو سخنی زعالم روحانی
با تست هر آنچه می نمائی آنی

هر چند دوست و هر غمکش باشی
نه نهار ز دست ناکسان آب زلال (۷۶۴)
وز جور جفای چرخ ناخوش باشی
بر لب مچکان اگر در آتش باشی

آن به که ز جام باده دل شاد کنی
ویتی عاریتی لباس رندانی را (۷۶۵)
وز بانده و گذشته کم یاد کنی
یک لحظه زبند عقل آزاد کنی

بادرد بساز تا دوائی یابی هر
می باش بوقت بینوائی شاکر (۷۶۶)
از درد منال تا شفائی یابی
تا عاقبت الامر نوائی یابی هر

اول بوجودم چو آشنا میکردی
چون ترک منت نبود از روز نخست (۷۶۷)
آخر زخودم چرا جدا میکردی
سرگشته بعالمم چرا میکردی

از دفتر عمر میکشودم فالی
می گفت خوش آنکسی که در خانهٔ او (۷۶۸)
ناگاه ز سوز سینه صاحب حالی
روزیست چو ماهی و شبی چو سالی

آن مایه ز دنیا که خوری یا نوشی
باقی همه رائگان نزا ز و هشدار (۷۶۹)
معذوری اگر در طلبش میکوشی
تا عمر گرانمایه بدان نفروشی

من ترک ہمہ کردم و ترکِ مے و نے
از جملہ گریز پا شدم از وی سے
امّا بود آنکہ من مسلماں گردم
بس ترک مے سخانہ کردم ہے ہے (۷۷۰)

تن زن چو بزیر فلکِ بیباکی
مے نوش چو در جہاں آفت ناکی
چوں اوّل و آخرت بجز خاکی نیست
انگار کہ بر خاک نئے در خاکی (۷۷۱)

گر شادی خویشتن وراں میدانی
کاسودہ ولے را بغمے بنشانی
ور ماتم عقل خویش بنشیں ہمہ عمر
پند از مصیبت کہ عجب نادانی (۷۷۲)

ہنگام سفیدہ دم خروس سحری
دانی کہ چرا ہمے کند نوحہ گری
یعنے کہ نمودند در آئینۂ صبح
کز عمر شبے گذشت و تو بیخبری (۷۷۳)

ای کاش کہ جائے آرمیدن بودے
یا ایں رہِ دور را رسیدن بودے
کاش از پے صد ہزار سال از دلِ خاک
چوں سبزہ امید بر دمیدن بودے (۷۷۴)

اے سوختۂ سوختنی
اے آتش دوزخ ز تو افروختنی
تا کے گوئی کہ بر عمر رحمت کن
حق را تو کجا برحمت آموختنی (۷۷۵)

ای دل ہمی و معشوق مکن در باقی
سالوس رہا کن و مکن زرّاقی
گر پیر و احمدی خوری جام شراب
زاں حوض کہ مرتضاش باشد ساقی (۷۷۶)

قطعہ

دوش با عقل در سخن بودم
کشف شد بر دلم مثالے چند
گفتمش اے مایۂ ہمہ دانش
دارم الحق بتو سوالے چند
چیست ایں زندگانیٔ دنیا
گفت خوابیست یا خیالے چند
گفتمش از وے چہ حاصل است بگو
گفت دردِ سر و وبالے چند
گفتمش ایں نفس کے شود رام
گفت چوں یافت گوشمالے چند
گفتمش اہل ستم چہ طائفہ اند
گفت گرگ و سگ و شغالے چند
گفتمش ایں بحث اہل دنیا چیست
گفت بیہودہ قیل و قالے چند
گفتمش اہل زمانہ در چہ فن اند
گفت در بند جمع مالے چند
گفتمش چیست کدخدائی گفت
ساعتے عیش و غصہ سالے چند
گفتمش اور امثالِ دنیا چیست
گفت زالے کشیدہ خالے چند
گفتمش چیست گفتہ ہائے خیام
گفت پندست حسب حالے چند

تمت

محبوب الاذکار ترجمہ اردو حدائق الاخیا

مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن فرغان علاقہ بخارا شریف

اسکی فہرست مضامین سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب تصوف کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ خدا سے رابطہ و اتحاد پیدا کرنیوالے اصحاب اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں عرصہ تین سو سال کا گذر چکا ہے کہ یہ کتاب فارسی میں مصنف علیہ الرحمۃ نے تصنیف فرمائی تھی۔ جب بندہ کو یہ قلمی نسخہ دستیاب ہوا تو طالبان حق کی خاطر اسکا ترجمہ کرا کر شائع کیا تاکہ عموماً [illegible] اس سے حظ وافر اٹھائیں۔ مختصر فہرست مضامین کتاب ہذا برائے ملاحظہ درج ذیل ہے۔ قیمت ... عہ

محبوب الالقیا فی ذکر سلطان الاولیا

مصنفہ حضرت مولنا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

یہ کتاب جناب غوث صمدانی قطب ربانی حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بابرکات ہیں۔ اردو ترجمہ کرا کر بغرض ترقی کثیر چھپوائی گئی ہے۔ اسمیں حضرت مولانا ملا علی قاری نے جناب غوث پاک کے حالات نہایت عمدہ پیرایہ میں بیان کئے ہیں۔ عاشقان غوث پاک بعد اس کتاب کو منگا کر حظ وافر اٹھائیں۔ اسکی خوبی ذیل کی فہرست مضامین سے ظاہر ہے قیمت ۱۰/

المشتہران شیخ جان محمد الہ بخش تاجران کتب لاہور۔ بنگلہ ایوب شاہ

تحفۃ السالکین ترجمہ اُردو ارشاد الطالبین

(مصنفہ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ)

یہ کتاب مستطاب مفید ہر شیخ وشاب حضرت موصوف کی مشہور ومعروف تصنیفات سے ہے۔ جسکو حضرت نے اسلئے لکھا تھا تاکہ لوگ ولایت کی حقیقت معلوم کریں اور اسمیں افراط وتفریط اور گناہ سے بچیں اور اصحاب اہل طریقت منزل مقصود کو پہنچیں خوبی اس کتاب لاجواب کی فہرست مضامین سے ظاہر ہے۔ جو عدم گنجائش کے باعث مختصراً درج ذیل ہے۔ کاغذ لکھائی چھپوائی نہایت اعلےٰ **قیمت** ۸/

فہرست مضامین کتاب مستطاب المسمیٰ بہ تحفۃ السالکین ترجمہ اردو ارشاد الطالبین

المشتہران شیخ جان محمد الٰہ بخش تاجران کتب لاہور بنگلہ ایوب شاہ